صرف احمدی نوجوانوں کے لیے

ماہنامہ
خالد

مدیر
اسفند یار منیب

مئی 2001ء

قدرت ثانیہ

"... سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا اور وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی، جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا، جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی...."

(الوصیت صفحہ ۶، ۷)

خلافت سے زندہ دلوں میں خدا

ہمارا خلافت پہ ایمان ہے
یہ ملت کی تنظیم کی جان ہے

اسی سے ہر اک مشکل آسان ہے
گریزاں ہے اس سے جو نادان ہے

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم

نہ ہوگا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

خلافت سے زیر نگیں ہو جہاں
خلافت سے ملت ہمیشہ جواں

خلافت کا جب تک رہے گا قیام
نہ کمزور ہوگا ہمارا نظام

خلافت کا جس کو نہیں احترام
زمانے میں ہوگا نہ وہ شاد کام

تمنائیں اس سے ہیں اپنی جوان
ہے آسان اس سے ہر اک امتحان

خلافت سے زندہ دلوں میں خدا
خلافت غریبوں کا ہے آسرا

نہ کیوں جان و دل سے ہوں اس پر فدا
اسی کے ہے دم سے ہماری بقا

(محترم میر اللہ بخش صاحب تسنیم)

مئی 2001ء، ہجرت 1380ہش

ہفتہ	اتوار	سوموار	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
			1	2	3	4
5	6	7	8	9	10	11
12	13	14	15	16	17	18
19	20	21	22	23	24	25
26	27	28	29	30	31	

جلد نمبر 48 شمارہ نمبر 5

مئی 2001ء

مدیر
اسفندیار منیب

نائبین
منصور احمد نور الدین۔ فرید احمد ناصر
معاونین
احمد طاہر مرزا۔ میر انجم پرویز

کمپوزنگ: اقبال احمد زبیر
پبلشر: قمر احمد محمود
مینیجر: سلطان احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس چناب نگر (ربوہ)
مقام اشاعت: ایوان محمود دار الصدر جنوبی

اداریہ

خلافت

اللہ تعالیٰ کا یہ بے انتہا احسان اور بے پایاں رحمت ہے کہ اس نے اپنے وعدوں اور بشارتوں کے موافق جماعت احمدیہ کو خلافت جیسی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ **الحمدللہ ثم الحمدللہ**

خلافت دراصل نبوت کا ظل ہے۔ جس سے نور نبوت بڑھتا' پھیلتا اور دوام پکڑتا ہے۔ خلافت شرک کے استیصال اور وحدت کے استقلال کا نام ہے۔ یہ مخزن علم وحکمت اور نشان عظمت وتمکنت ہے۔ یہ حصار امن وایمان اور درسگاہ فیض وعرفان ہے خلافت وہ حصن حصین ہے جس کا ہر باسی ہر طرح سے محفوظ ومامون رہتا ہے' خلافت محرم انوارِ قرآں اور رازدارِ اسرارِ دیں ہے۔ خلافت تنظیم وملت کی جان ہے اور تمام برکتیں' عظمتیں اور رفعتیں اس کی سچی وفاداری اور اطاعت میں ہیں جو شخص خلافت سے مضبوط تعلق رکھے گا وہ بابرگ وبار ہوگا اور جو قوم خلافت کی حقیقی مطیع رہے گی وہ ایسی فتح پائے گی جو کبھی شکست نہ دیکھے گی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نوراللہ مرقدہٗ خلافت کی حقیقی اطاعت اور فرمانبرداری کی تشریح وتفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> "امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے' اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے' اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے' اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے' اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے اور اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کیلئے کامیابی اور فتح یقینی ہے"۔ **(الفضل ۴۔ ستمبر ۱۹۳۷ء)**

پھر فرماتے ہیں:۔

> "جس وقت خلیفہ کے منہ سے کوئی لفظ نکلے اس وقت سب سکیموں' سب تجویزوں اور سب تدبیروں کو پھینک کر رکھ دیا جائے اور سمجھ لیا جائے کہ اب وہی سکیم' وہی تجویز اور وہی تدبیر مفید ہے جس کا خلیفۂ وقت کی طرف سے حکم ملا ہے۔ جب تک یہ رُوح جماعت میں پیدا نہ ہو اس وقت تک سب خطبات رائیگاں' تمام سکیمیں باطل اور تمام تدبیریں ناکام ہیں"۔ **(الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء)**

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے سچے مطیع اور حقیقی فرمانبردار بنائے اور ہر حال میں اپنے اس عہد کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے کہ

"خلیفۂ وقت جو بھی معروف فیصلہ فرمائیں گے اس کی پابندی کرنی ضروری سمجھوں گا۔ انشاءاللہ"

خلافت ہے لطفِ خدائے منّان

☆......القرآن

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوْا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ-

(النور:۵٦)

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

☆......الحدیث

عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًا فَتَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً فَيَكُوْنُ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ ثُمَّ يَرْفَعُهَا اللّٰهُ تَعَالٰى ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَكَتَ.

(مسند احمد بن حنبل صفحہ ۲۷۳ بحوالہ حدیقۃ الصالحین صفحہ ۹۲۸)

حضرت حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی۔ (جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے) جب یہ دور ختم ہوگا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم وستم کے دور کو ختم کردے گا۔ اس کے بعد پھر خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہوگی۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہوگئے۔

سیرت النبی ﷺ

(مکرم طاہر احمد مختار صاحب۔ گوجرہ شہر)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک کافر آنحضرت ﷺ کا مہمان ہوا۔ حضورؐ نے اس کے لئے بکریوں کا دودھ نکلوایا وہ یکے بعد دیگرے سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ دوسرے دن وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ نے اس کے واسطے ایک بکری کا دودھ نکلوایا۔ اس نے وہ پی لیا پھر دوسری بکری کا دودھ نکلوایا تو وہ سارا نہ پی سکا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا مومن کفایت وقناعت کی وجہ سے اتنا پیتا ہے کہ ایک انتڑی میں سما سکے۔ اور کافر حرص کی وجہ سے اتنا کچھ پی جاتا ہے کہ سات انتڑیوں میں سمائے۔ (یعنی کھانے پینے میں کفایت کرنا اور قناعت سے کام لینا سچے مومن کا خاصہ ہوتا ہے۔ اور کافر کا مقصدِ زندگی کھانا پینا، عیش منانا اور مال و دولت کی حرص ہوتا ہے"۔

(ترمذی ابواب الاطعمة باب ان المومن یاکل فی معی واحد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسافر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے گھر کہلا بھیجا کہ مہمان کے لئے کھانا بھجواؤ۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا آج گھر میں کچھ نہیں۔ اس پر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کیا۔ حضور! میں انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گئے اور اپنی بیوی سے کہا۔ آنحضرتؐ کے مہمان کی خاطر مدارت کا انتظام کرو۔ بیوی نے جواباً کہا۔ آج گھر میں تو صرف بچوں کے کھانے کے لئے کھانا ہے۔ انصاری نے کہا اچھا تو کھانا تیار کرو، پھر چراغ جلاؤ اور جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو ان کو تھپ تھپا کر اور بہلا کر سلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور بچوں کو بھوکا ہی سلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے اُٹھی اور جا کر چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے بظاہر کھانا کھانے کی آوازیں نکالتے رہے چٹخارے لیتے رہے تاکہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہ خود بھوکے سو رہے۔ صبح جب وہ انصاری آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔

(بخاری کتاب المناقب ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة)

حضرت عکراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو مرہ نے اپنے اموال صدقہ دے کر مجھے آنحضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں مدینہ میں آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت حضورؐ مہاجرین اور انصار کے درمیان رونق افروز تھے۔ حضورؐ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ام سلمہؓ کے گھر لے گئے اور ان سے دریافت کیا۔ کوئی کھانے کی چیز ہے؟ انہوں نے ثرید کا پیالہ پیش کیا جس میں ثرید اور بوٹیاں کافی تھیں۔ ہم اس میں سے کھانے لگے۔ میں کبھی ادھر سے اور کبھی اُدھر سے کھاتا اور حضورؐ اپنے سامنے سے کھا رہے تھے۔ حضورؐ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا اور فرمایا اے عکراش کھانا ایک جگہ سے کھاؤ تمام کھانا ایک ہی طرح کا ہے۔ پھر ہمارے سامنے ایک طشت لایا گیا جس میں مختلف قسم کی کھجوریا ڈوکے تھے۔ میں تو سامنے سے کھانے لگا اور حضورؐ اپنی پسند کے مطابق کبھی اِدھر سے کبھی اُدھر سے چن چن کر کھاتے اور فرمایا اے عکراش! اپنی پسند کی چن چن کر کھاؤ کہ مختلف اقسام کی ہیں پھر پانی لایا گیا۔ حضورؐ نے اپنا ہاتھ دھویا اور اپنا گیلا ہاتھ اپنے چہرے سر اور بازوؤں پر پھیرا اور فرمایا اے عکراش! یہ آگ پر پکی ہوئی چیز کا وضو ہے یعنی کھانے کے بعد ہاتھ صاف کر لئے جائیں۔

(ترمذی ابواب الاطعمة باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام)

نماز میں حضور قلب

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی حضرت مسیح موعودؑ سے ایک گفتگو تحریر کرتے ہیں۔

''ایک روز میں نے عرض کیا کہ حضرت (مسیح موعودؑ) نماز میں حضور اور لذت اور ذوق و شوق تضرع کیونکر پیدا ہوئے؟

فرمایا۔ ''کبھی مکتب میں پڑھے ہو''؟

عرض کیا ''ہاں پڑھا ہوں''۔

فرمایا۔ ''کبھی استاد نے کان پکڑائے ہیں؟''

عرض کیا ''ہاں پکڑائے ہیں''۔

فرمایا۔ ''پھر کیا حال ہوا؟''

عرض کیا کہ ''میں پہلے تو برداشت کرتا رہا۔ اور جب تھک گیا اور ہاتھ میرے دکھ گئے۔ اور درد ہو گیا۔ اور پسینہ پسینہ ہو گیا تو رو پڑا اور آنسو جاری ہو گئے''۔

فرمایا۔ ''پھر کیا ہوا''؟

عرض کیا۔ ''پھر استاد کو رحم آ گیا اور کان چھڑا دیئے اور خطا معاف کر دی پھر پیار کر لیا اور کہا جاؤ پڑھو''۔

فرمایا۔ ''یہی حالت نماز میں پیدا کرو...... پھر خدا تعالیٰ کے رحم پر نظر ہو گی اس کے بعد خدا بھی رجوع برحمت ہو گا اور دریائے رحمت الٰہی جوش مارے گا۔ پھر حضور اور خشوع و خضوع اور لذت اور ذوق و شوق پیدا ہو جاوے گا''۔

(تذکرۃ المھدی
نیا ایڈیشن صفحہ ۱۵۰)

سیرت حضرت مسیح موعودؑ

مہمان نوازی

(میر انجم پرویز)

مہمان نوازی میں حضرت مسیح موعودؑ نے نہایت اعلیٰ نمونہ قائم فرمایا ہے۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی روایت ہے۔

"ایک مرتبہ مہمان کثرت سے آگئے۔ بیوی صاحبہ (حضرت اماں جان) گھبرائیں۔ مجھے جو مکان حضرت صاحب نے دے رکھا تھا وہ بالکل نزدیک تھا۔ میں سنتا رہا۔ حضرت صاحب نے بیوی صاحبہ کو ایک کہانی سنانی شروع کی۔ فرمایا ایک شخص کو جنگل میں رات آگئی۔ اُس نے ایک درخت کے نیچے بسیرا کر دیا۔ اس درخت کے اوپر ایک کبوتر اور کبوتری کا گھونسلہ بنا ہوا تھا۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ہمارے ہاں مہمان آیا ہے۔ اس کی کیا خاطر کریں۔ نر نے کہا کہ سردی ہے بستر اس کے پاس نہیں ہم اپنا آشیانہ گرادیں۔ اس سے آگ جلا کر یہ رات گذار لے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ انہوں نے سوچا کہ اب اس کے واسطے کھانا نہیں ہے ہم دونوں اپنے آپ کو نیچے گرا دیں تا کہ یہ ہمیں بھی کھالے"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس لطیف پیرایہ میں ایک کہانی کے رنگ میں مہمان نوازی کے لئے ایثار کلی کی تعلیم فرمائی۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ جلد اوّل صفحہ 131 از حضرت عرفانی صاحب)

آپؑ کی مہمان نوازی میں دوست و دشمن کا امتیاز نہ تھا بلکہ آپ کی مہمان نوازی وسیع اور عام تھی۔ کسی خاص فرقہ اور قوم تک محدود نہ تھی۔ چنانچہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے سیرت المہدی میں بروایت حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری لکھا ہے کہ:-

"حضرت مسیح موعودؑ بیت الفکر میں (بیت مبارک کے ساتھ والا حجرہ، جو حضرت صاحب کے مکان کا حصہ ہے) لیٹے ہوئے تھے اور مَیں پاؤں دبا رہا تھا کہ حجرہ کی کھڑکی پر لالہ شرمپت یا شاید ملاوامل نے دستک دی۔ مَیں اُٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا، مگر حضرت صاحب نے بڑی جلدی اُٹھ کر تیزی سے جا کر مجھ سے پہلے زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ بیٹھ گئے اور فرمایا آپ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 160 از حضرت عرفانی صاحب)

"ایک مرتبہ ایک مہمان نے آکر کہا کہ میرے پاس بستر نہیں ہے۔ حضرت صاحبؑ نے حافظ حامد علی صاحب کو کہا کہ اس کو لحاف دے دو۔ حافظ حامد علی صاحب نے عرض کیا کہ یہ شخص لحاف لے جائے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس پر حضرت نے فرمایا:-

"اگر یہ لحاف لے جائے گا تو اس کا گناہ ہوگا اور اگر بغیر لحاف کے سردی سے مر گیا تو ہمارا گناہ ہوگا"۔

اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ وہ مہمان بظاہر کوئی ایسا آدمی نہ معلوم ہوتا تھا' جو کسی دینی غرض کے لئے آیا ہو' بلکہ شکل و صورت سے مشتبہ پایا جاتا تھا۔ مگر آپ نے اس کی مہمان نوازی میں کوئی فرق نہیں کیا"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 130 از حضرت عرفانی صاحب)

زورِ دعا دکھائیں، خدام احمدیت

ہیں بادہ مست بادہ آشامِ احمدیت چلتا ہے دورِ مینا و جامِ احمدیت
تشنہ لبوں کی خاطر ہر سمت گھومتے ہیں تھامے ہوئے سبوئے گلفامِ احمدیت

خدام احمدیت' خدام احمدیت

جب دہریت کے دم سے مسموم تھیں فضائیں پھوٹیں تھیں جا بجا جب الحاد کی وبائیں
تب آیا اک منادی اور ہر طرف صدا دی آؤ کہ ان کی زد سے اسلام کو بچائیں

زور دعا دکھائیں' خدام احمدیت

پھر باغِ مصطفیٰ ﷺ کا دھیان آیا ذوالمنن کو سینچا پھر آنسوؤں سے احمد نے اس چمن کو
آہوں کا تھا بلاوا پھولوں کی انجمن کو اور کھینچ لائے نالے مرغانِ خوش لحن کو

لوٹ آئے پھر وطن کو' خدام احمدیت

چمکا پھر آسمانِ مشرق پہ نامِ احمدؑ مغرب میں جگمگایا ماہِ تمامِ احمدؑ
وہم و گماں سے بالا عالی مقامِ احمدؑ ہم ہیں غلامِ خاکِ پائے غلامِ احمدؑ

مرغانِ دامِ احمد' خدام احمدیت

ربوہ میں آج کل ہے جاری نظام اپنا پر قادیاں رہے گا مرکز مدام اپنا
تبلیغ احمدیت دنیا میں کام اپنا دارالعمل ہے گویا عالم تمام اپنا

پوچھو جو نام اپنا' خدام احمدیت

اٹھو کہ ساعت آئی اور وقت جا رہا ہے پسرِ مسیح دیکھو کب سے جگا رہا ہے
گو دیر بعد آیا از راہِ دور لیکن وہ تیز گام آگے بڑھتا ہی جا رہا ہے

تم کو بلا رہا ہے' خدام احمدیت

(کلام طاہر)

بنیادی معیار برائے مقابلہ بین العلاقہ خدام

2000ء-2001ء

ا- علاقہ کی تمام ماہانہ رپورٹس آئی ہوں جن میں سے کم از کم 11 بروقت ہوں۔

2- علاقہ کے ہر ضلع کی کم از کم دس ماہ کی رپورٹس مرکز موصول ہو چکی ہوں۔

3- قائد علاقہ یا علاقائی عاملہ نے علاقہ کے ہر ضلع کا سال میں کم از کم 4 مرتبہ دورہ کیا ہو۔

4- علاقہ کے ہر ضلع میں ضلعی اجتماع منعقد ہو چکا ہو۔

5- علاقہ کے کل بجٹ کا کم از کم %25 ہر سہ ماہی ختم ہونے تک مرکز پہنچ چکا ہو۔

6- علاقہ کے ٹارگٹ سے کم از کم %50 پھل ماہ جولائی کے آخر تک حاصل ہو چکے ہوں اور نئے سال کی پہلی سہ ماہی کے ٹارگٹ کا 31 اکتوبر تک کم از کم %50 حاصل ہو چکا ہو۔

7- علاقائی سطح پر ورزشی مقابلوں کا انعقاد کیا گیا ہو۔

8- علاقہ کے نومبائع خدام میں سے کم از کم %50 کو تجنید اور بجٹ میں شامل کیا گیا ہو۔

9- علاقہ کی ہر مجلس میں رسالہ خالد اور تشحیذ کے خریدار موجود ہوں۔

بنیادی معیار مقابلہ بین الاضلاع خدام

2000ء-2001ء

1- نومبر تا اکتوبر ضلع کی ماہانہ رپورٹس 12 ماہ کی سو فیصد وصول ہو چکی ہوں اور کم از کم 10 رپورٹس بروقت ہوں۔ (حسب حالات یہ مقابلہ دس ماہ پر بھی ہو سکتا ہے)۔

2- قائد ضلع یا ان کی عاملہ نے سو فیصد مجالس کا دورہ کیا ہو۔

3- ضلع کے کل بجٹ کا %25 ہر سہ ماہی کے ختم ہونے تک مرکز میں پہنچ چکا ہو اور تیسری سہ ماہی کے ختم ہونے تک صفر وصولی والی کوئی مجلس نہ ہو۔

4- (i) ضلعی ریفریشر کورس میں ضلع بھر کے 80 فیصد عہدیداران کی شمولیت ہو۔

(ii) ضلعی سالانہ اجتماع میں کم از کم 80 فیصد مجالس کی نمائندگی ہو۔

5- ضلع کے 100 فیصد خدام کو نماز سادہ آتی ہو اور کم از کم 25 فیصد خدام کو نماز باترجمہ آتی ہو۔

6- مرکز کی طرف سے مقررہ ماہانہ کتب کا ہر ماہ 50 فیصد مجالس نے مطالعہ کیا ہو اور سو فیصد مجالس کی طرف سے دوران سال رپورٹس ضرور ملی ہوں۔

7- خدام و اطفال کی سو فیصد مجالس سے کم از کم چھ ماہ کی رپورٹس آئی ہوں۔

8- انتخابات سو فیصد مجالس کے بروقت ہوں۔

9- فہرست تجنید اور تشخیص بجٹ سو فیصد مجالس سے بروقت مل چکے ہوں۔

10- دس فیصد مجالس نے مقامی تربیتی کلاس یا اجتماع منعقد کیا ہو۔

11- ضلع کی نصف مجالس میں کم از کم تین ماہ تعلیم القرآن کلاس منعقد ہوئی ہو۔

12- مرکزی تربیتی کلاس میں کم از کم 60 فیصد مجالس کی نمائندگی ہو۔

13-(i) ضلعی ٹارگٹ پھل جولائی تک کم از کم 50 فیصد حاصل کیا جا چکا ہو۔

(ii) نئے سال کی پہلی سہ ماہی کا ٹارگٹ پھل اکتوبر تک 50 فیصد حاصل کیا جا چکا ہو۔

"ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت"

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صاحبزادی محترمہ عطیۃ المجیب طوبیٰ صاحبہ اہلیہ مکرم سلطان محمد خان صاحب ابن مکرم ملک ہارون سلطان صاحب آف کوٹ فتح خان ضلع اٹک کو اللہ تعالیٰ نے ۹-اپریل ۲۰۰۱ء کو بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے نومولودہ کا نام "ھبۃ النور" عطا فرمایا ہے۔

ادارہ خالد و تشحیذ اس خوشی کے موقع پر دل کی گہرائیوں سے اپنے پیارے آقا اور بچی کے والدین نیز خاندانِ حضرت اقدس اور احباب جماعت کو مبارک باد پیش کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ نومولودہ کو لمبی عمر سے نوازے، نیک، سعادتمند اور خادمۂ دین بنائے۔ آمین

یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

کر ان کو نیک قسمت دے ان کو دین و دولت
کر ان کی خود حفاظت ہو ان پہ تیری رحمت
دے رُشد اور ہدایت اور عمر اور عزت
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے بندہ پرور کر ان کو نیک اختر
رتبہ میں ہوں یہ برتر اور بخش تاج و افسر
تو ہے ہمارا رہبر تیرا نہیں ہے ہمسر
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پُر زِنور رکھیو دل پُر سرور رکھیو
ان پر مَیں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر ان کے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

اہلِ وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولا کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

❁❁❁

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل

"خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے مَیں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب مَیں اس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا اگر سارا جہاں اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں تمہاری بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا۔

خدا کے مامور کا وعدہ ہے اور اس کا مشاہدہ ہے کہ وہ اس جماعت کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اس کے عجائباتِ قدرت بہت عجیب ہیں اس کی نظر بہت وسیع ہے۔ تم معاہدہ کا حق پورا کرو پھر دیکھو کس قدر ترقی کرتے ہو اور کیسے کامیاب ہوتے ہو"۔

(بدر ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

"پس جب مَیں مر جاؤں گا تو پھر وہی کھڑا ہوگا۔ جس کو خدا چاہے گا۔ خدا اس کو آپ کھڑا کر دے گا۔

............تم نے میرے ہاتھوں پر اقرار کئے ہیں تم خلافت کا نام نہ لو مجھے خدا نے خلیفہ بنا دیا ہے اور اب نہ تمہارے کہنے سے معزول ہو سکتا ہوں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ معزول کرے۔ اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے"۔

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

"تم خوب یاد رکھو کہ تمہاری ترقیات خلافت کے ساتھ وابستہ ہیں اور جس دن تم نے اس کو نہ سمجھا اور اسے قائم نہ رکھا وہی دن تمہاری ہلاکت اور تباہی کا دن ہوگا۔ لیکن اگر تم اس حقیقت کو سمجھے رہو گے اور اسے قائم رکھو گے تو پھر اگر ساری دنیا مل کر بھی تمہیں ہلاک کرنا چاہے گی تو نہیں کر سکے گی...... بیشک افراد مریں گے۔ مشکلات آئیں گی۔ تکلیفیں پہنچیں گی مگر جماعت کبھی تباہ نہ ہوگی بلکہ دن بدن بڑھے گی اور اس وقت تم میں سے کسی کا مرنا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ مشہور ہے کہ اگر ایک دیو کٹتا ہے تو ہزاروں پیدا ہو جاتے ہیں۔ تم میں سے اگر ایک مارا جائے گا تو اس کی بجائے ہزاروں اس کے خون کے قطروں سے پیدا ہو جائیں گے"۔

(درس القرآن صفحہ ۷۳ از حضرت مصلح موعود)

"جس کو خدا اپنی مرضی بتاتا ہے جس پر خدا اپنے الہام نازل فرماتا ہے جس کو خدا نے اس جماعت کا خلیفہ اور امام بنادیا ہے اس سے مشورہ اور ہدایت حاصل کرکے تم کام کرسکتے ہو اس سے جتنا زیادہ تعلق رکھو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں برکت ہوگی اور اس سے جس قدر دور رہو گے اسی قدر تمہارے کاموں میں بے برکتی پیدا ہوگی جس طرح وہی شاخ پھل لاسکتی ہے جو درخت کے ساتھ ہو۔ وہ کٹی ہوئی شاخ پھل پیدا نہیں کرسکتی جو درخت سے جدا ہو۔ اسی طرح وہی شخص سلسلہ کا مفید کام کرسکتا ہے جو اپنے آپ کو امام سے وابستہ رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص امام کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ نہ رکھے تو خواہ وہ دنیا بھر کے علوم جانتا ہو وہ اتنا بھی کام نہیں کرسکے گا جتنا بکری کا بکروٹہ کرسکتا ہے"۔

(الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۷)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث

"ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ خلیفہ اللہ تعالیٰ ہی بناتا ہے۔ اگر بندوں پر اس کو چھوڑا جاتا تو جو بھی بندوں کی نگاہ میں افضل ہوتا اسے ہی وہ اپنا خلیفہ بنالیتے۔ لیکن خلیفہ خود اللہ تعالیٰ بناتا ہے اور اس کے انتخاب میں کوئی نقص نہیں۔ وہ اپنے ایک کمزور بندے کو چنتا ہے جسے وہ بہت حقیر سمجھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو چن کر اس پر اپنی عظمت اور جلال کا ایک جلوہ کرتا ہے اور جو کچھ وہ تھا اور جو کچھ اس کا تھا اس میں سے وہ کچھ بھی باقی نہیں رہنے دیتا اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے سامنے کلی طور پر فنا اور بے نفسی کا لبادہ وہ پہن لیتا ہے۔ اور اس کا وجود دنیا سے غائب ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی قدرتوں میں وہ چھپ جاتا ہے تب اللہ تعالیٰ اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتے ہیں انہیں کہتا ہے کہ مجھ سے لڑو اگر تمہیں لڑنے کی تاب ہے یہ بندہ بے شک نحیف، کم علم، کمزور، کم طاقت اور تمہاری نگاہ میں طہارت و تقویٰ سے عاری ہے لیکن اب یہ میری پناہ میں آگیا ہے۔ اب تمہیں بہرحال اس کے سامنے جھکنا پڑے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس لئے کہ خدا تعالیٰ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ انتخاب خلافت کے وقت اس کی منشاء پوری ہوتی ہے اور بندوں کی عقلیں کوئی کام نہیں دیتیں"۔

(الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۶۷ء صفحہ ۳، ۴)

تعارف کتب

حقیقت المہدی

(مکرم فرید احمد ناصر صاحب)

روحانی خزائن جلد نمبر ۱۴ کی پانچویں اور آخری کتاب "حقیقت المہدی" ہے جو کہ 43 صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے ایک حصہ اردو میں جب کہ دوسرا حصہ عربی زبان کے ساتھ فارسی ترجمہ پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب فروری ۱۸۹۹ء میں لکھی گئی۔

وجہ تصنیف

حضرت مسیح موعودؑ کے معاندین میں سے مولوی محمد حسین بٹالوی کا نام سرفہرست ہے۔ جس نے کافی عرصہ تک آپ کی طرف سوڈانی خونی مہدی کی طرح کے غلط عقائد منسوب کر کے گورنمنٹ کو بھڑ کانے کی کوششوں کی انتہاء کر دی۔ اِس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ اور آغاز میں ہی آپ نے اپنے اور مولوی صاحب کے فرقہ کے مہدی اور مسیح کے متعلق عقائد کی وضاحت فرمائی۔ اُن کے فرقہ کے چوٹی کے عالم نواب صدیق حسن خان صاحب جن کو مولوی صاحب موصوف تیرھویں صدی کا مجدد مان چکے تھے' کی کتاب حجج الکرامہ اور اُن کے بیٹے سید نورالحسن خان کی کتاب اقتراب الساعة سے حوالہ جات پیش کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اِن حوالہ جات کی روشنی میں تو ان کے عقائد سوڈانی خونی مہدی سے کچھ مختلف نہیں۔ ہاں البتہ میں ایسی تمام احادیث کا وہ مفہوم ہرگز نہیں لیتا بلکہ ایک ایسے مہدی اور مسیح کے وجود کا دعویدار ہوں جو خالصۃً امن اور آشتی کے لئے اِس دُنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اسی طرح عبداللہ آتھم کی پیشگوئی پر ایک اعتراض کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ:۔

"سو عبداللہ آتھم کی نسبت دو طور سے پیشگوئی پوری ہوئی۔ اوّل الہامی شرط کے موافق اسلامی عظمت سے خوف کرنے اور پندرہ مہینے تک تحقیر اسلام سے زبان بند رکھنے کی وجہ سے خدائے رحیم نے اس کو مہلت دی جیسا کہ وعید کی پیشگوئیوں میں سنت اللہ ہے اور پھر پندرہ مہینے یعنی معیاد پیشگوئی گذرنے کے بعد اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اُس نے اِس خوف کی وجہ سے فائدہ مہلت اور تاخیر کا نہیں اٹھایا بلکہ اتفاقاً ایسا ہی ہو گیا۔ سو اس خیال پر جب اُس نے اصرار کیا اور چند افتراء بھی کئے اور سمجھا کہ اب میں بچ گیا تو خدائے تعالیٰ نے اس سے اپنی امان کو واپس لے لیا اور میرے آخری اشتہار سے چھ مہینے کے اندر وہ فوت

ہو گیا تا لوگوں کو معلوم ہو کہ صرف شرط سے اُس نے فائدہ اٹھایا تھا۔ شرط کو توڑا اور فوراً پکڑا گیا۔ پس آتھم میں دو پیشگوئیاں پوری ہوئیں (۱) شرط سے فائدہ اٹھانے کی (۲) اور شرط توڑنے کے بعد فوراً پکڑے جانے کی"۔

پیشگوئیوں کے مضمون کو وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ:۔

"خوب یاد رکھنا چاہیے کہ میری پیشگوئیوں میں کوئی بھی امر ایسا نہیں ہے جس کی نظیر پہلے انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں میں نہیں ہے۔ یہ جاہل اور بے تمیز لوگ چونکہ دین کے باریک علوم اور معارف سے بے بہرہ ہیں۔ اس لئے قبل اس کے جو عادۃ اللہ سے واقف ہوں بخل کے جوش سے اعتراض کرنے کے لئے دوڑتے ہیں اور ہمیشہ بموجب آیت کریمہ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمُ الدَّوَائِرَ میری کسی گردش کے منتظر ہیں اور عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ کے مضمون سے بے خبر"۔ (صفحہ ۴۴۲)

اردو حصہ کے آخر پر حضور نے اپنی ایک رؤیا کا ذکر فرمایا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی کہ مولویوں کے ان بدعزائم کے نتیجہ میں آپ کو نقصان نہیں پہنچے گا بلکہ درمیانی حصوں میں خواہ بلاؤں سے واسطہ پڑے مگر انجام بخیر ہی ہوگا۔

کتاب کے آخر پر حضرت مسیح موعودؑ نے عربی اور فارسی میں اپنے عقائد کھول کر بیان کئے اور اپنے مخالفین سے بھی اُن کے عقائد واضح طور پر لکھ کر عربی اور فارسی زبان میں چھپوانے کا کہا تا دونوں کے عقائد کو مختلف ممالک میں بھیج دیا جائے جس سے منافق فریق کا نفاق کھل کر سامنے آ جائے گا۔

مشکل الفاظ کے معنی

وَاجِبُ الْعَمَل	فرض
مذکور	جو ذکر کیا گیا ہو
وثُوق	پختگی
مُتَّہَم	جس پر تہمت لگائی جائے
پایۂ اعتبار	اعتبار کا مقام
طُرُق	طریقہ کی جمع
اِسْتِفْتَاء	فتویٰ پوچھنا
طَوْق	کڑا
مَاخَذ	مَنْبَع۔ سرچشمہ
تناقُض	ایک دوسرے کی ضد یا مخالف
سَاقِط	گری ہوئی
خُو	فطرت
بَدْ خواہی	بُرا چاہنا
بَرگشتہ	گمراہ
ہم مَشْرَب	ایک ہی طریق کا۔ ایک ہی مسلک کا

(فیروز اللغات، فرہنگ آصفیہ، المنجد عربی اردو)

(شعبہ تعلیم خدام الاحمدیہ پاکستان)

۲۶،۲۵ اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء

(مکرم محمد محمود طاہر صاحب)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی حیات کے آخری ایام میں ۲۹ اپریل ۱۹۰۸ء کو لاہور تشریف لے گئے۔ یہاں آپ نے احمدیہ بلڈنگس میں قیام فرمایا۔ قیام کے دوران آپ نے احباب جماعت سے میل ملاقات اور نصائح کا سلسلہ جاری رکھا۔ نیز بعض غیر از جماعت عمائدین سے بھی ملاقات کی جو خود آپ کے پاس ملنے کیلئے آئے تھے۔ لاہور ہی میں آپ نے اپنی آخری کتاب "پیغام صلح" تصنیف فرمائی جس کا مسودہ وفات سے ایک روز قبل مکمل ہوا۔ اس کتاب میں ہندوستان کی دو اقوام مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان صلح جوئی کی ضرورت کا پیغام دیا۔ ۲۵ مئی کو عصر کے بعد آپ سیر کیلئے کرایہ کی گھوڑا گاڑی پر تشریف لے گئے۔ مغرب وعشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد آپ نے کھانا تناول فرمایا اور آرام کے لئے لیٹ گئے۔ رات آپ بیمار ہو گئے اور شدید کمزوری اور بیماری کے عالم میں آپ نے نماز فجر ادا کی۔ ۲۶ مئی ۹ بجے صبح کے وقت آپ کی حالت تشویشناک ہوگئی۔ ساڑھے دس بجے کے قریب آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملی۔ آپ کا جسد اطہر لاہور سے بذریعہ ٹرین بٹالہ تک لایا گیا اور بٹالہ سے کندھوں پر عشاق نے اٹھا کر قادیان تک پہنچایا۔

۲۷ مئی کو حضرت حکیم نور الدین صاحب کو بالاتفاق اکابرین سلسلہ اور احباب جماعت نے آپ کا پہلا جانشین منتخب کر کے ان کی بیعت کی اور بیعت کے بعد عصر کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا جنازہ پڑھایا اور عصر کے بعد آپ کی تدفین ہوئی اور یوں جماعت احمدیہ میں قدرت اولیٰ کے بعد پیشگوئیوں اور الٰہی منشاء کے مطابق قدرت ثانیہ کا ظہور ہوا۔ قارئین کی خدمت میں ۲۶،۲۵ اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کے بعض اہم حالات وواقعات روایات کی روشنی میں پیش خدمت ہیں۔

پیغام صلح کی تصنیف

قیام لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی آخری کتاب پیغام صلح تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہندوستان کی دو بڑی اقوام مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان امن و آشتی کا درس دیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں:-

"آپ بدستور پیغام صلح کی تقریر کے لکھنے میں مصروف رہے بلکہ آگے سے زیادہ سرعت اور توجہ کے ساتھ

لکھنا شروع کر دیا۔ بالآخر ۲۵ مئی کی شام کو آپ نے اس مضمون کو مکمل کر کے کاتب کے سپرد کر دیا"۔

(سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۸۲)

آخری سیر

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آخری ایام جو لاہور میں گذرے کے چشمدید گواہ ہیں تحریر کرتے ہیں:-

"عصر کی نماز سے فارغ ہو کر حسب طریق سیر کے خیال سے باہر تشریف لائے۔ ایک کرایہ کی گھوڑا گاڑی حاضر تھی جو فی گھنٹہ مقررہ شرح کرایہ پر منگائی گئی تھی۔ آپ نے اپنے ایک مخلص رفیق شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے فرمایا کہ اس گاڑی والے سے کہہ دیں اور اچھی طرح سمجھا دیں کہ اس وقت ہمارے پاس صرف ایک گھنٹہ کے کرایہ کے پیسے ہیں۔ وہ ہمیں صرف اتنی دور لے جائے کہ ہم اس وقت کے اندر اندر ہوا خوری کر کے گھر واپس پہنچ جائیں۔ چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اور آپ تفریح کے طور پر چند میل پھر کر واپس تشریف لے آئے۔ اس وقت آپ کو کوئی خاص بیماری نہیں تھی صرف مسلسل مضمون لکھنے کی وجہ سے کسی قدر ضعف تھا اور غالباً آنے والے حادثہ کے مخفی اثر کے ماتحت ایک گونہ ربودگی اور انقطاع کی کیفیت طاری تھی"۔ (سلسلہ احمدیہ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب صفحہ ۱۸۲)

آخری بیماری اور وفات

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری بیماری کا آغاز ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء کی رات ہوا اور چند گھنٹے بیمار رہنے کے بعد آپ اپنے رفیق اعلیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مرض الموت اور وفات کے حالات بیان کرتے ہوئے روایت کرتے ہیں:-

"بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے" کہا جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام آخری مرتبہ بیمار ہوئے اور آپ کی حالت نازک ہوئی تو میں نے گھبرا کر کہا "اللہ! یہ کیا ہونے لگا ہے" اس پر حضرت صاحب نے فرمایا "یہ وہی ہے جو میں کہا کرتا تھا"۔.................. حضرت مسیح موعود ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء یعنی پیر کی شام کو بالکل اچھے تھے۔ رات کو عشاء کی نماز کے بعد خاکسار باہر سے مکان میں آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ والدہ صاحبہ کے ساتھ پلنگ پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ میں اپنے بستر پر لیٹ گیا اور مجھے نیند آ گئی۔ رات کے پچھلے پہر صبح کے قریب مجھے جگایا گیا۔ یا شاید لوگوں کے چلنے پھرنے اور بولنے کی آواز سے میں خود بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسہال کی بیماری سے سخت بیمار ہیں اور حالت نازک ہے۔............ اتنے میں صبح ہو گئی اور حضرت مسیح موعود کی چارپائی کو باہر صحن سے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئے جب ذرا اچھی روشنی ہو گئی تو حضرت مسیح موعود نے پوچھا کیا نماز کا وقت ہو گیا ہے؟ غالباً شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی نے عرض کیا کہ حضور ہو گیا ہے۔ آپ نے بستر پر ہی ہاتھ مار کر تیمم کیا اور لیٹے لیٹے ہی نماز شروع کر دی۔.......... نو بجے کے بعد حضرت صاحب کی حالت

زیادہ نازک ہوگئی۔......... یہ حالت دیکھ کر والدہ صاحبہ کو جو اس وقت ساتھ والے کمرے میں تھیں۔ اطلاع دی گئی وہ مع چند گھر کی مستورات کے آپ کی چارپائی کے پاس آ کر زمین پر بیٹھ گئیں......... آپ نے ایک لمبا سانس لیا اور آپ کی روح رفیق اعلیٰ کی طرف پرواز کر گئی"۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب حضرت اماں جان سے روایت کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:-

"والدہ صاحبہ نے یہ بھی فرمایا کہ جب حالت خراب ہوئی ضعف بہت ہوگیا۔ تو میں نے کہا کیا مولوی صاحب (حضرت مولوی نورالدین صاحب) کو بلالیں؟ آپ نے فرمایا بلالو۔ نیز فرمایا محمود کو جگا دو۔ پھر میں نے پوچھا محمد علی خان صاحب یعنی نواب صاحب کو بلالوں۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ حضرت صاحب نے اس کا کچھ جواب دیا یا نہیں اور دیا تو کیا دیا"۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۹ تا صفحہ ۱۲)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں آپ کی وفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"آخر دس بجے صبح کے قریب نزع کی حالت پیدا ہوگئی اور یقین کر لیا گیا کہ اب بظاہر حالات بچنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس وقت تک حضرت والدہ صاحبہ نہایت صبر اور برداشت کے ساتھ دعا میں مصروف تھیں اور سوائے ان الفاظ کے اور کوئی لفظ آپ کی زبان پر نہیں آیا تھا کہ "خدایا! ان کی زندگی دین کی خدمت میں خرچ ہوئی ہے تو میری زندگی بھی ان کو عطا کردے"۔ لیکن اب جبکہ نزع کی حالت پیدا ہوگئی تو انہوں نے نہایت درد بھرے الفاظ میں روتے ہوئے کہا "خدایا! اب یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں لیکن تو ہمیں نہ چھوڑیو"۔ آخر ساڑھے دس بجے کے قریب حضرت مسیح موعودؑ نے ایک دو لمبے لمبے سانس لئے اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے ابدی آقا اور محبوب کی خدمت میں پہنچ گئی"۔ (سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۸۴)

وفات پر حضرت مسیح موعودؑ کے عاشقوں کا حال

حضرت مصلح موعود احباب جماعت کی کیفیت کا منظر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

"آپ کے ساتھ جو محبت آپ کی جماعت کو تھی اس کا حال اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ بہت تھے جو آپ کی نعش مبارک کو صریحاً اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھتے تھے مگر وہ اس بات کو قبول کرنے کو تیار تھے کہ اپنے حواس کو تو مختل مان لیں لیکن یہ باور کرنا انہیں دشوار و ناگوار تھا کہ ان کا حبیب ان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہوگیا ہے۔ پہلے مسیح کے حواریوں اور اس مسیح کے حواریوں کی اپنے مرشد کے ساتھ محبت میں یہ فرق ہے کہ وہ مسیح کے صلیب پر سے زندہ اتر آنے پر حیران تھے اور یہ اپنے مسیح کے وصال پر ششدر تھے۔ ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح زندہ کیونکر ہے اور ان کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مسیح فوت کیونکر ہوا"۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مصلح موعود)

حضرت اماں جان کی بچوں کو نصیحت

حضرت اماں جان نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت یا اس کے تھوڑی دیر بعد اپنے بچوں کو جمع کیا اور انہیں تاریخی نصیحت کی اور نصیحت کے الفاظ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی روایت ہے کہ حضرت اماں جان نے ہمیں جمع کر کے فرمایا:-

"بچو گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بڑا بھاری خزانہ چھوڑا ہے۔ جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا"۔ (روزنامہ الفضل ربوہ ۱۹ جنوری ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو وفات کی اطلاع

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب روایت بیان کرتے ہیں کہ:-

"جس وقت لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت ہوئے۔ اس وقت حضرت مولوی نورالدین صاحب اس کمرہ میں موجود نہیں تھے جس میں آپ نے وفات پائی۔ جب حضرت مولوی صاحب کو اطلاع ہوئی تو آپ آئے اور حضرت صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پھر جلد ہی اس کمرے سے باہر تشریف لے گئے۔ جب حضرت مولوی صاحب کا قدم دروازے کے باہر ہوا اس وقت مولوی سید محمد احسن صاحب نے رقت بھری آواز میں حضرت مولوی صاحب سے کہا۔ انت صدیقی۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ مولوی صاحب یہاں اس سوال کو رہنے دیں۔ قادیان جا کر فیصلہ ہوگا۔ خاکسار کا خیال ہے کہ اس مکالمہ کو میرے سوا کسی نے نہیں سنا"۔ (سیرۃ المہدی حصہ اوّل صفحہ ۱۴)

حضرت مصلح موعود کا تاریخی عزم

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:

"میں اُس وقت انیس سال کا تھا (یعنی حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت۔ناقل) مگر میں نے اُسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ:

"اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تو نے نازل فرمایا ہے۔ مَیں اس کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلاؤں گا"۔ (الفضل ۲۱ جون ۱۹۴۴ء)

احباب جماعت کو بذریعہ تار و کارڈ اطلاع

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے احباب کو تار اور کارڈ کے ذریعہ وفات کی اطلاع دی۔ آپ لکھتے ہیں:-

"۲۶ مئی روز منگل کو ساڑھے دس بجے دن کے میں نے مختلف شہروں کے دوستوں کے نام کارڈ لکھے تھے جو کہ ناظرین پڑھ چکے ہونگے۔ جلدی میں اس وقت جو خبر ان الفاظ میں لکھی گئی تھی کہ "خدا کا مسیح اپنا کام پورا کر کے اور باقی حصہ دوسروں کے واسطے ثواب حاصل کرنے کا موقع پانے کے لئے چھوڑ کر آج اپنے خدا سے جا ملا"۔ یہ کارڈ بجائے خود تار کے

طرز پر لکھے گئے تھے۔ مگر چند دوستوں کے نام ان کے ساتھ تار خبر بھی بھیجی گئی تھی''۔(اخبار بدر قادیان ۲جون ۱۹۰۸ء)

قادیان روانگی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جسد خاکی کو لاہور سے قادیان لے جانے کا مرحلہ آیا۔ لاہور اسٹیشن سے گاڑی امرتسر کیلئے روانہ ہوئی اور پھر امرتسر سے بٹالہ کیلئے ریل گاڑی کا سفر کیا گیا۔ بٹالہ سے جسد مبارک کو عشاقِ مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے کندھوں پر اٹھا کر قادیان تک پہنچایا۔ حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بڑے داماد تھے وہ لاہور سے قادیان کے سفر کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

''مستورات ۴ بجے روانہ ہوگئیں۔ پھر جنازہ اس کے بعد اٹھایا گیا۔ اسٹیشن پر پہنچ کر صندوق گاڑی میں رکھ کر اس میں پانچ من برف ڈالی گئی اور پھر حضرت اقدس کو صندوق میں رکھا گیا کیونکہ اسٹیشن تک چارپائی پر حسبِ معمول جنازہ لایا گیا تھا' صندوق میں بند نہیں کیا گیا تھا''۔

......''(لاہور سے) ریل 5:30 بجے (شام) روانہ ہوئی اور ہم سب بخیروخوبی امرتسر پہنچے۔ امرتسر میں نماز پڑھی اور کھانا کھایا اور پھر وہاں سے چل کر دس بجے (رات) بٹالہ پہنچے۔ رات بٹالہ بسر کی۔ حضرت اقدس کا جسم مبارک صبح ۲ بجے صندوق سے نکال کر چارپائی پر رکھا اور کثیر جماعت احمدیوں کے ہاتھوں جنازہ قادیان کو لے کر چلی۔ صندوق اور برف گڈے پر پیچھے آتا رہا۔ اس کے بعد کوئی چار بجے مستورات روانہ ہوئیں اور ہم بھی نماز پڑھ کر روانہ ہوئے۔ کوئی آٹھ بجے (صبح) جنازہ اور ہم سب قادیان پہنچے۔ جنازہ باغ میں لے جا کر پکے بڑے مکان میں رکھا گیا۔ پل سے جماعت قادیان بھی آ شامل ہوئی۔ کوئی نو بجے مستورات بھی آ گئیں اور ہم ان کو پہنچا کر واپس آئے''۔

(سوانح حضرت نواب محمد علی خان صاحب' صفحہ ۱۰۶-۱۰۷)

☆ حضرت مفتی محمد صادق صاحب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت لاہور میں ہی مقیم تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات اور تجہیز و تکفین اور لاہور سے نعش مبارک کی قادیان روانگی کے بارہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:-

''آپ کا وصال لاہور میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ کے مکان پر ساڑھے دس بجے کے قریب ہوا تھا۔ کوئی اڑھائی بجے تک غسل دینے اور کفن پہنانے سے فراغت ہوگئی تھی۔ تین بجے کے قریب ایک کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا اور اس کے بعد جوق در جوق احمدی اور غیر احمدی آپ کی زیارت کے واسطے آتے رہے۔ چار بجے کے قریب آپ کا جنازہ احمدی احباب جن کی ایک کثیر جماعت............اٹھا کر ریل پر لائی جہاں کہ پہلے سے ریزرو گاڑیوں کا انتظام کیا گیا تھا۔ اور پونے چھ بجے کے قریب جو گاڑی لاہور سے روانہ ہوتی ہے اس میں جنازہ اور اہل خانہ مسیح موعود اور تمام خدام بٹالہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں امرتسر سے بہت سے احباب ساتھ ہوئے۔ رات کو دس بجے کے قریب بٹالہ میں اترے۔ صبح کے دو بجے

کے قریب بہت سے دوست جنازہ کو شانہ بشانہ اُٹھا کر صبح آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ آپ کا جنازہ باغ میں رکھا گیا"۔ (اخبار بدر قادیان ۲ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳)

حضرت مولانا نور الدین صاحب سے درخواستِ بیعت

قادیان پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین کے انتخاب کا تھا۔ بالاتفاق سب لوگوں کی نگاہیں حضرت مسیح موعودؑ کے معتمد ساتھی، بے لوث خدمتگار اور جانثار و فدائی احمدی حضرت حکیم الامت مولانا نور الدین صاحب کی طرف اٹھیں۔ اکابرین سلسلہ آپ کے گھر جانشین بننے اور بیعت لینے کی درخواست لے کر تشریف لے گئے۔ چنانچہ آپ اکابرین کے ساتھ باغ میں پہنچے جہاں حضرت اقدس کا جسد مبارک رکھا گیا تھا۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب تحریر کرتے ہیں:۔

"جب حضرت بیوی صاحبہ (حضرت اماں جان) سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بھی فرمایا کہ حضرت مولوی صاحب موصوف سے بڑھ کر کون اس قابل ہوسکتا ہے کہ حضرت اقدس کا جانشین ہو۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے بھی اسی پر اتفاق کیا۔ چنانچہ جب جنازہ باغ میں رکھا ہوا تھا اور سب دوست بھی باغ میں جمع تھے تو اس وقت احباب کے اتفاق سے عاجز راقم (محمد صادق۔ ایڈیٹر بدر) نے کھڑے ہو کر مفصلہ ذیل تحریر پڑھی جو حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں بطور درخواست کے تھی:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ .... اما بعد۔

مطابق فرمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام مندرجہ رسالہ الوصیت ہم احمدیان جن کے دستخط ذیل میں ثبت ہیں اس امر پر صدق دل سے مطمئن ہیں کہ اوّل المہاجرین حضرت حاجی مولوی حکیم نور الدین صاحب جو ہم سب میں سے اعلم اور اتقی ہیں اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص اور قدیمی دوست ہیں اور جن کے وجود کو حضرت امام علیہ السلام اُسوہ حسنہ قرار فرما چکے ہیں۔ جیسا کہ آپؑ کے شعر

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پر از نورِ یقیں بودے

سے ظاہر ہے کے ہاتھ پر تمام احمدی جماعت موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور حضرت مولوی صاحب موصوف کا فرمان ہمارے واسطے آیندہ ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا"۔

(اخبار بدر قادیان ۲ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

نوٹ: اس درخواست پر اکابرین سلسلہ اور دیگر بہت سے احباب جماعت کے دستخط موجود تھے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی پہلی تقریر

حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی طرف بیعت کے لئے کی جانے والی درخواست پر مبنی تحریر پڑھے جانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا:۔

"میری پچھلی زندگی پر غور کرلو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دنیا میں ظاہرداری کا خواہش مند نہیں۔ میں ہرگز ایسی باتوں کا خواہش مند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہوجائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں اور قادیان بھی اس لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہونگا۔ میں نے اسی فکر میں کئی دن گذارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اس لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے۔ میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گذارانِ دین میں سے......اور بھی کئی اصحاب ہیں۔

پس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کرلو میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا۔ سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہوگیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے"۔ تقریر کے اختتام پر فرمایا:-

"اب تمہاری طبیعتوں کے رخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنا ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرہاً اس بوجھ کو اٹھاتا ہوں۔

وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں ___ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہیں جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی"۔ (اخبار بدر قادیان ۲ جون ۱۹۰۸ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی بیعت

حضرت نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیرکوٹلہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل سے بیعت اور حضرت اقدس بانی سلسلہ کی تدفین کا منظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"حضرت مولانا (حکیم نورالدین صاحب) کے ہاتھ پر ہم نے معہ فرزندان (فرزندانِ مسیح موعودؑ) و میر صاحب (میر ناصر نواب صاحب) قریباً بارہ سو آدمی نے باغ کے درختوں کے نیچے بیعت کی۔ اس کے بعد ہم سب واپس آئے اور کھانا کھایا پھر نماز ظہر پڑھ کر تمام لوگ باغ میں جمع ہوئے اور نماز عصر پڑھ کر جنازہ پڑھا گیا اور پھر حضرت مولانا نے ایک خطبہ پڑھا۔ بیعت کے وقت اور خطبہ کے وقت عجیب نظارہ تھا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو پرنم نہ تھی۔ بعد خطبہ سب...... حضرت اقدس کا چہرہ دیکھنے کے لئے گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت اقدس کا جنازہ قبر پر

لے جایا گیا اور حضرت اقدس کے جسم نورانی کو سپرد خاک کیا۔ یہ کوئی 5:30 کا وقت تھا۔ گرمی کا یہ عالم مگر جسم میں کسی قسم کا فتور نہ تھا۔ چہرہ مبارک بالکل صاف تھا"۔

(سیرۃ حضرت نواب محمد علی خان صاحب ۱۰۰۹۔۱۰۰۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تدفین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نعش مبارک باغ میں زیارت کے لئے رکھی گئی۔ عصر کے بعد جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے پڑھایا کوئی ۶ بجے کے قریب آپ کی تدفین ہوئی۔ تدفین کے بارہ میں حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی جو اس وقت وہاں موجود تھے اور حضور کی زیارت کروانے کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

"لاہور سے جس تابوت میں حضور پرنور کا جسدِ اطہر لایا گیا تھا۔ بٹالہ پہنچ کر خالی کر دیا گیا تھا۔ اس طرح نعش مبارک بٹالہ سے قادیان چارپائی پر لائی گئی تھی۔ لوگوں کو چہرہ مبارک دکھانے اور جنازہ پڑھنے کے وقت تک بلکہ اس کے بعد قبر پر لے جانے کے وقت بھی حضور پرنور کا جسم مبارک چارپائی پر ہی تھا۔ نہ کسی پہلے صندوق میں رکھا گیا نہ ہی دوسرے میں۔ قبر تیار کرنے والوں نے اس خیال سے کہ نعش مبارک چونکہ صندوق میں آئی ہے۔ دفن بھی ضرور صندوق ہی میں کی جائیگی۔ قبر ایسے طریق پر کھدوائی جس میں صندوق اتارا جاسکے۔ اور لحد نہ بنوائی۔ حضور کا جسدِ اطہر بغیر کسی تابوت، صندوق یا بکس کے صرف کفن میں لپٹا ہوا قبر میں اتارا گیا۔ جس کے فرش پر کچھ ریت بچھا دی گئی تھی۔ قبر کے گڑھے کے اندر اینٹ کی دیواروں پر لاہور سے آئے ہوئے بکس کے تختے ڈال کر چھت دیا گیا تھا اور ان کے اوپر کچی اینٹوں کی ڈاٹ لگا دی گئی تھی۔ پھر اس ڈاٹ کے اوپر مٹی ڈلوائی گئی۔ مکرم قاضی عبدالکریم صاحب نے جو اس وقت اس کام پر مامور تھے۔ ان کی خواہش اور تجویز تھی کہ تختوں کے اوپر کی ڈاٹ پختہ اینٹوں کی بنائی جائے تاکہ قبر کے بیٹھ جانے کا اندیشہ نہ رہے۔ مگر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس کی اجازت نہ دی"۔ (روزنامہ الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۴۲ء صفحہ ۴)

سانحہ ارتحال

مکرم قمر احمد محمود صاحب کارکن دفتر خدام الاحمدیہ پاکستان کی والدہ محترمہ امۃ الرشید صاحبہ زوجہ چوہدری عبدالحئی صاحب (مرحوم) مورخہ ۲۴ مارچ ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ اچانک بقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔ مرحومہ کی عمر ۶۷ سال تھی۔ آپ انتہائی مخلص، دعا گو، صابر اور دیندار خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ موصیہ تھیں آپ کی نماز جنازہ بعد نماز ظہر بیت المبارک میں محترم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ نے پڑھائی اور بہشتی مقبرہ میں تدفین عمل میں آئی۔ بعد تدفین قبر تیار ہونے پر مکرم شمشاد احمد قمر صاحب مہتمم اشاعت نے دعا کرائی۔ آپ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کی بلندی درجات اور مغفرت کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

سیرت حضرت خلیفة المسیح الاوّل

چہ خوش بودے اگر ہر یک زِ اُمّت نورِ دیں بودے

(مظفر احمد شہزاد۔ محمود آباد فارم ضلع عمر کوٹ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ (دین حق) کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۲ ترجمہ از عربی عبارت)

حضرت مسیح موعودؑ کی دعاؤں کا نتیجہ

"جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی وقیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں۔ دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا ہوں پس جبکہ دعا کا ہاتھ پے در پے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دُعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے اُن دوستوں کا خلاصہ ہے"

(آئینہ کمالات اسلام، صفحہ ۵۸۱)

تعلق باللہ

حضرت خلیفة المسیح الاوّل فرماتے ہیں:

"جب کسی آدمی کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھتا جاتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوتا ہے کہ اس سے تعلق پیدا کرو۔ اسی طرح جبرئیلی رنگ کی مخلوق سے تعلق اور قبولیت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے............ بڑائی، شیخی اور فخر کے لئے نہیں تحدیثِ نعمت کے لئے کہتا ہوں کہ میں نے خود ایسے فرشتوں کو دیکھا ہے اور انہوں نے ایسی مدد کی ہے کہ عقل، فکر اور وہم میں نہیں آسکتی اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ دیکھو ہم کس طرح اس معاملہ میں تمہاری مدد کرتے ہیں"۔ (حیاتِ نور صفحہ ۵۸۷)

تعلق باللہ اور قرآنی معارف

یہ قرآن مجید کے ساتھ عشق اور اسے پڑھنے کے شوق کا ہی نتیجہ تھا کہ آپ کو الہامات اور خوابوں کے ذریعہ خدا تعالیٰ خود قرآن مجید سکھا دیتا تھا۔ چنانچہ آپ کو خواب میں بتایا گیا کہ اگر کوئی منکر قرآن آپ سے کسی ایسی آیت کا مطلب پوچھے جس سے آپ ناواقف ہوں تو اس کا علم تمہیں ہم دیں گے۔ چنانچہ جب دشمن اسلام دھرم پال کی کتاب "ترکِ اسلام" کا جواب لکھتے ہوئے حروفِ مقطعات کی بحث کا موقع آیا تو ایک

روز مغرب کی نماز میں دو سجدوں کے درمیان آپ نے صرف اتنا ہی خیال کیا کہ مولا یہ منکر قرآن حروف مقطعات پر سوال کرتا ہے تو ہی ان کا علم مجھے عطا فرما۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ:

"اسی وقت یعنی دو سجدوں کے درمیان قلیل عرصہ میں مجھ کو مقطعات کا وسیع علم دیا گیا جس کا ایک شمہ میں نے رسالہ نورالدین میں مقطعات کے جواب میں لکھا ہے اور اس کو لکھ کر میں خود بھی حیران ہو گیا"۔ (حیات نور صفحہ ۱۲۸)

عشق قرآن

ایک دفعہ فرمایا کہ:

"خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو مَیں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سناؤں"۔

آپ کے اِن فرمودات کی عملی تصدیق کے لئے سینکڑوں واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں جن سے خوب واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کس درجہ کے سچے عاشقِ قرآن تھے تاہم چند واقعات اِس ضمن میں پیش ہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ درس قرآن کے لئے البیت الاقصیٰ قادیان تشریف لے جا رہے تھے کہ آپ کو غلام رسول صاحب پٹھان کی دوکان پر پہنچ کر اطلاع ملی کہ صوفی غلام محمد صاحب بی۔اے نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ آپ وہیں دکان کی چٹائی پر سجدہ شکر میں گر گئے۔

☆ ایک بار ختمِ قرآن کے موقع پر آپ درس دینے کے لئے (بیت الذکر) میں کھڑے ہوئے سامنے ایک بڑی چادر میں بتاشے رکھ دئے گئے۔ حضور نے درس دیتے ہوئے فرمایا اُن کو اُٹھا لو۔ تمہیں ختمِ قرآن کی خوشی ہے اور نورالدین کو غم ہے کہ پھر زندگی میں قرآن مجید ختم کرنا نصیب ہو گا یا نہیں۔

☆ ایک دفعہ آپ کو پالکی میں بیٹھ کر جموں جانے کا موقع ملا یہ ایک مہینے کا سفر تھا۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:

"مَیں نے اس کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا اور سوار ہو گیا۔ اس میں خوب آرام کا بستر بچھا ہوا تھا۔ مَیں اس میں لیٹ گیا اور شکریہ میں قرآن شریف کی تلاوت شروع کی۔ وہ ایک مہینہ کا سفر تھا مَیں نے اس ایک مہینہ میں چودہ پارے قرآن شریف کے یاد کر لئے"۔ (حیات نور صفحہ ۱۰۷)

قرآن کریم کا ادب

☆ ایک دفعہ غالباً مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دے رہے تھے کہ آپ کے کسی بچہ نے قرآن شریف صف پر رکھ دیا۔ آپ نے فوراً اُٹھا لیا اور بہت خفگی کا اظہار فرمایا کہ قرآن مجید کی بے ادبی ہوئی ہے۔

☆ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن کریم پر دوات رکھ دی۔ آپ اس کی اس حرکت کو دیکھ کر ناراض ہوئے اور فرمایا میاں! اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گو برا اٹھا کر مار دے تو تمہیں کیسا برا لگے۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو۔

☆ میاں محمد عبداللہ صاحب مرحوم (جلد ساز ربوہ) بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ قرآن مجید کے اندر اپنے خط وغیرہ

رکھ لیتے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّل اس کو سخت ناپسند کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ: "قرآن مخدوم ہے خادم نہیں"
(حیات نور صفحہ ۶۸۳)

توکل علی اللہ

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۳۰/۱۱/۱۴ میں بیان فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرت خلیفۃ المسیح (اوّل) کو دیکھ لو انہیں جو ضرورت ہو اس وقت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی روک یا د نہیں ہوتی۔ ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تمہیں ضرورت ہو ہم دیں گے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے سامنے ایک آدمی آیا اُس نے دوسو روپیہ بطور امانت دو سال کے لئے دیا اور کہا کہ مَیں دو سال کے بعد آ کر آپ سے لے لوں گا...... ایک شخص جس نے جناب سے ایک سو روپیہ قرض مانگا ہوا تھا وہ بھی پاس ہی بیٹھا ہوا تھا آپ نے ایک سواُسے دے دیا اور رسید لے کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی روپوں کی گھر بجھوادی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی امانت رکھوانے والا پھر آیا اور کہا کہ میرا ارادہ بدل گیا ہے وہ روپے آپ مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا "کب جاؤ گے"۔ اس نے کہا "ایک گھنٹے کو"۔ آپ نے فرمایا "اچھا تم یکہ وغیرہ کرو اور ایک گھنٹہ کو آ کر مجھ سے روپیہ لے لینا"۔ میں اس وقت آپ کے پاس ہی بیٹھا تھا آپ نے فرمایا۔ "دیکھو انسان پر بھروسہ کرنا کیسی غلطی ہے۔ مَیں نے غلطی کی خدا نے بتلا دیا کہ دیکھو تم نے غلطی کی اب دیکھو میرا مولیٰ میری کیسے مدد کرتا ہے"۔ وہ ایک سو روپیہ ایک گھنٹے کے اندر اندر آپ کو مل گیا اور آپ نے اُسے دے دیا"۔ (حیات نور صفحہ ۵۸۹)

تمغہ مل گیا

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی کی روایت ہے جو حضرت خلیفہ اوّل کے متعلق بیان کرتے ہیں:

"ایک دن آپ نے فرمایا کہ ایک احمدی فوجی انڈین آفیسر ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے کہ حضور آپ دعا کریں کہ میں لڑائی میں بھی نہ جاؤں اور مجھے تمغہ بھی مل جائے۔ میں نے کہا ہمیں تو آپ کے کوائف کا علم نہیں ہے۔ معلوم نہیں کہ تمغہ کس طرح ملا کرتا ہے۔ اس نے کہا میڈل اسے ملتا ہے جو لڑائی میں جائے۔ میں نے کہا پھر آپ کو بغیر لڑائی میں جائے کیونکر مل سکتا ہے وہ کہنے لگے دعا کریں۔ ہم نے کہا اچھا ہم دعا کریں گے کچھ عرصے کے بعد وہ آئے اور بتلایا کہ حضور کی دعا سے مجھے تمغہ مل گیا ہے اور دریافت کرنے پر بتلایا کہ میں بیس کیمپ میں تھا۔ میرے نام حکم پہنچا کہ لڑائی کے میدان میں پہنچو۔ میں ڈرا مگر چل پڑا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا مگر وہ سرحد پار کر چکا تھا جس سرحد پہ لڑائی ہو رہی تھی اور سرحد پار کرتے ہی لڑائی ختم ہو گئی۔ سرحد کو عبور کرنے پر ایک فوجی افسر تمغہ کا حقدار متصور ہو جایا کرتا تھا۔ پھر حکم ملا کہ واپس چلے جاؤ۔ صلح ہوگئی ہے اور لڑائی بند ہوگئی ہے"۔

فرمایا:۔

"اس طرح خلیفۃ المسیح الاوّل کی دعا سے وہ لڑائی میں بھی شامل نہ ہوا اور تمغہ بھی مل گیا"۔

(اردو کلاس ۲۱ مئی ۲۰۰۰ منقول از روزنامہ الفضل ۱۶ اکتوبر ۲۰۰۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں:۔

''جموں میں حاکم نام ایک ہندو پنساری تھا۔ وہ مجھ سے ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ ہر مہینہ میں آپ ایک سو روپیہ پس انداز کرلیا کریں یہاں مشکلات پیش آجاتی ہیں۔ مَیں ہمیشہ یہی کہہ دیا کرتا ایسے خیالات کرنا اللہ تعالیٰ پر بدظنی ہے ہم پر انشاء اللہ تعالیٰ کبھی مشکلات نہیں آئیں گی۔ جس دن میں وہاں سے علیحدہ ہوا ہوں اُس دن وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ آج شاید آپ کو میری نصیحت یاد آئی ہوگی مَیں نے کہا میں تمہاری نصیحت کو جیسا پہلے حقارت سے دیکھتا تھا آج بھی ویسا ہی حقارت سے دیکھتا ہوں۔ ابھی وہ مجھ سے باتیں کرہی رہا تھا کہ خزانہ سے چار سو اسی ۴۸۰ روپیہ میرے پاس آئے کہ یہ آپ کی اِن دنوں کی تنخواہ ہے۔ اُس پنساری نے افسروں کو گالی دے کر کہا کہ کیا نوردین تم پر نالش تھوڑا ہی کرنے لگا تھا۔ ابھی وہ اپنے غصہ کو فرو نہ کرنے پایا تھا کہ ایک رانی صاحبہ نے میرے پاس بہت سا روپیہ بھجوایا اور کہا کہ اس وقت ہمارے پاس اس سے زیادہ روپیہ نہ تھا۔ یہ ہمارے جیب خرچ کا روپیہ ہے جس قدر اس وقت موجود تھا سب کا سب حاضر خدمت ہے۔ پھر تو اس کا غضب بہت ہی بڑھ گیا۔ مجھ کو ایک شخص کا ایک لاکھ پچانوے ہزار روپیہ دینا تھا۔ اس پنساری نے اس طرف اشارہ کیا کہ بھلا یہ تو ہوا جن کا آپ کو قریباً دو لاکھ روپیہ دینا ہے وہ آپ کو بدوں اس کے کہ اپنا اطمینان کرلیں کیسے جانے دیں گے۔ اتنے میں انہیں کا آدمی آیا اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھ کر کہنے لگا کہ میرے پاس ابھی تار آیا ہے میرے آقا فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب کو تو جانا ہے اُن کے پاس روپیہ نہ ہوگا۔ اِس لئے تم اُن کا سب سامان گھر جانے کا کردو اور جس قدر روپیہ کی ان کو ضرورت ہو دے دو اور اسباب کو اگر وہ ساتھ نہ لے جاسکیں تو تم اپنے اہتمام سے بحفاظت پہنچوادو۔ مَیں نے کہا مجھ کو روپیہ کی ضرورت نہیں خزانہ سے بھی روپیہ آگیا ہے اور ایک رانی نے بھی بھیج دیا ہے میرے پاس روپیہ کافی سے بھی زیادہ ہے اور اسباب مَیں سب ساتھ ہی لے جاؤں گا...... وہ ہندو پنساری کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا کہ پرمیشروں کے یہاں بھی کچھ لحاظ داری ہی ہوتی ہے۔ ہم لوگ صبح سے لے کر شام تک کیسے کیسے دُکھ اٹھاتے ہیں تب کہیں بڑی دِقّت سے روپیہ کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔ بھلا اور تو ہوا اس احمق کو دیکھو اپنے روپیہ کا مطالبہ تو نہ کیا اور دینے کو تیار ہوگیا۔ مَیں نے کہا خدا تعالیٰ دلوں کو جانتا ہے ہم اس کا روپیہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ادا کردیں گے۔ تم ان بھیدوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے''۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۸۶۔۱۸۵)

بارش بند ہونے کی دعا

چوہدری غلام محمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ۱۹۰۹ء کے موسم برسات میں ایک دفعہ لگاتار آٹھ روز بارش ہوتی رہی۔ جس سے قادیان کے بہت سے مکان گر گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے قادیان سے باہر نئی کوٹھی تعمیر کی تھی۔ وہ بھی گر گئی۔ آٹھویں یا نویں روز حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے فرمایا کہ میں دعا کرتا ہوں آپ سب لوگ آمین کہیں۔ دعا کرنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ آج میں نے وہ دعا کی ہے جو حضرت رسول کریم ﷺ نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ کی تھی۔ یہ دعا بارش بند ہونے کی دعا تھی۔ دعا کے وقت بارش

بہت زور سے ہو رہی تھی۔ اس کے بعد بارش بند ہو گئی۔ اور عصر کی نماز کے وقت آسمان بالکل صاف تھا اور دھوپ نکلی ہوئی تھی۔

(اردو کلاس۔ ریکارڈ شدہ ۲۱ مئی ۲۰۰۰ء۔ الفضل ۱۶ ااکتوبر ۲۰۰۰ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی فراست

(۱) "مجھ سے ایک آریہ نے اعتراض کیا کہ تم قبلہ کی سمت کو کیوں معزز سمجھتے ہو اور نمازوں میں اُس طرف کو منہ کرتے ہو۔ مَیں نے کہا کہ ہَوَن (ہندوؤں کی مذہبی رسم جس میں منتر پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالتے ہیں) کرتے وقت تم اُس طرف پشت کیوں نہیں کر لیتے۔ پھر جب اب تم نے مجھ سے بات کی تو میری طرف پشت کیوں نہیں کی۔ کہنے لگا اب کبھی یہ اعتراض نہیں کروں گا"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۸۳)

(۲) "ایک سراوَگی (جینی) کے کیڑے پڑ گئے۔ مَیں نے تیزاب ڈال کر ان تمام کیڑوں کو ہلاک اور زخم کو صاف کیا۔ وہ مجھ کو بڑی دعائیں دینے اور کہنے لگا کہ مہاراج بڑی کرپا ہوئی۔ مَیں نے کہا کرپا کیا خاک ہوئی تمہارے مذہب پر تو پانی پھر گیا ایک جیو کے عوض میں ہزاروں جیو ہلاک ہوئے"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۸۳)

(۳) "ایک وکیل نے مجھ سے دریافت کیا کہ ہستی باری تعالیٰ کی دلیل کیا ہے؟

میں نے کہا کیا تمہاری کوئی جماعت ہے؟ کہا نہیں۔
مَیں نے کہا تم کسی کے ہادی ہو؟ کہا نہیں۔
مین نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ جھوٹے مشہور ہو جاؤ؟ کہا نہیں۔

مَیں نے کہا جب تم جیسا لچر آدمی بھی اپنے آپ کو جھوٹا کہلانا پسند نہیں کرتا تو بھلا یہ انبیاء کرام کی تمام جماعت کیسے گوارا کر سکتی تھی کہ وہ جھوٹ بولیں پھر مشرق سے لے کر مغرب تک شمال سے لے کر جنوب تک اور ہر زمانہ کے نبی متفق ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم سے مکالمہ کرتا ہے"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۲۸۵)

(۴) "ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا کہ کیوں مولوی جی تم ہم کو تو کہتے ہو کہ تم سؤر کھاتے ہو اس لئے بیجا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ بھلا یہ تو بتاؤ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ مَیں نے کہا کہ وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں اُس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ سن کر خاموش ہی ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہ کیا"۔ (مرقاۃ الیقین ۲۴۷)

(۵) "سورۃ المرسلات پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت آئی فبایی حدیث بعدہ یؤمنون تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہاری ساری حدیثوں کا تو رَدّ ہو گیا۔ مَیں نے کہا تیری اِس بات کا بھی رَدّ ہو گیا"۔ (مرقاۃ الیقین ۲۵۹)

حضرت مسیح موعودؑ کا سب سے پیارا مرید

حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے حسبِ ذیل بہت ہی عجیب لطیفہ جلسہ سالانہ ۱۹۲۵ء کے موقع پر سنایا:

"حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ایک مرتبہ حضرت صاحب کے گھر میں مستورات کے درمیان اس امر پر گفتگو ہونے لگی کہ حضرت اقدس کو اپنے مریدوں میں سب سے

پیارا کون ہے؟ کسی عورت نے کسی کا نام لیا اور کسی نے کسی کا کسی ایک شخص پر سب عورتوں کا اتفاق نہیں ہو سکا۔ حضرت اماں جان نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو حضرت صاحب کو سب سے پیارے مولوی نورالدین ہیں اور اس کا امتحان بھی میں تم سب عورتوں کو ابھی کرائے دیتی ہوں۔ اُس وقت حضرت صاحب علیحدہ کمرے میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ حضرت اماں جان عورتوں کے مجمع میں سے اُٹھیں اور کہنے لگیں کہ میں حضرت صاحب کے پاس جا کر یہ بات ایک ترکیب سے پوچھتی ہوں تم باہر کھڑی ہو کر سنتی رہنا تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ حضرت صاحب کو سب سے زیادہ پیارا کون سا مرید ہے؟ عورتوں سے یہ کہہ کر حضرت اماں جان حضور اقدس کے پاس کمرہ میں تشریف لے گئیں اور حضور کو مخاطب کر کے فرمانے لگیں کہ "آپ کے جو سب سے زیادہ پیارے مرید ہیں وہ" اتنا فقرہ کہہ کر حضرت اماں جان چپ ہوگئیں۔ اس پر حضرت اقدس نے نہایت گھبرا کر پوچھا "مولوی نورالدین صاحب کو کیا ہوا جلدی بتاؤ"۔ اس پر حضرت اماں جان ہنسنے لگیں اور فرمایا "آپ گھبرائیں نہیں مولوی نورالدین صاحب اچھی طرح ہیں مَیں تو آپ کے منہ سے یہ بات کہلوانا چاہتی تھی کہ آپ کے سب سے پیارے مرید کون سے ہیں چنانچہ آپ نے وہ بات کہہ دی اب مَیں جاتی ہوں آپ اپنا کام کریں"۔ (لطائف صادق صفحہ ۱۲، ۱۳)

الٰہی غیرت

حضرت سیدنا نورالدین صاحب فرماتے ہیں:-

"میری ایک بہن تھیں ان کا ایک لڑکا تھا وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا اور مر گیا۔ اس کے چند روز بعد میں گیا۔ میرے ہاتھ سے انہوں نے کسی پیچش کے مریض کو اچھا ہوتے ہوئے دیکھا، مجھ سے فرمانے لگیں کہ بھائی! تم اگر آ جاتے تو میرا لڑکا بچ ہی جاتا۔ مَیں نے ان سے کہا کہ تمہارے ایک لڑکا ہوگا اور میرے سامنے پیچش کے مرض میں مبتلا ہو کر مرے گا۔ چنانچہ وہ حاملہ ہوئیں اور ایک بڑا خوبصورت لڑکا پیدا ہوا پھر وہ پیچش کے مرض میں مبتلا ہوا ان کو میری بات یاد تھی مجھ سے کہنے لگیں کہ اچھا دعا ہی کرو۔ میں نے کہا کہ خدا تعالیٰ آپ کو اس کے عوض میں ایک اور لڑکا دے گا لیکن اس کو تو اب جانے ہی دو چنانچہ وہ لڑکا فوت ہوگیا اور اس کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا جو زندہ رہا اور اب تک زندہ برسر روزگار ہے۔ یہ الٰہی غیرت تھی"۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۹۹)

نینوں کے دیپ دل کے کنول آپ کے لئے

اے رُوح قطرہ قطرہ پگھل آپ کے لئے
اے خامہ سیلِ خواب میں چل آپ کے لئے

ہر شعر ماورائے سخن ہو کچھ اس طرح
اے دل تو لفظ لفظ میں ڈھل آپ کے لئے

اپنے معاملے میں حساب اس کا اور ہے
سو بار اے زبان سنبھل آپ کے لئے

مرتا ہوں آرزو میں کہ اے کاش لکھ سکوں
جیسے ہیں آپ ایسی غزل آپ کے لئے

مانگے ہے جیسے سجدوں میں دل آج آپ کو
تڑپے سوا یہ آج سے کل آپ کے لئے

اک نشۂ وجود میں پڑھتے رہیں درود
نینوں کے دیپ دل کے کنول آپ کے لئے

دونوں جہاں وہیں ہیں جہاں چھاؤں آپ کی
اے دل مچل تو صرف مچل آپ کے لئے

اس ظرفِ کائنات پہ کتنے کھلیں گے آپ
جب اس کا ایک دَور ہو پل آپ کے لئے

اس دشتِ بے اماں سے نکل آپ کے لئے
اے روحِ کائنات بدل آپ کے لئے

(عبیداللہ علیم)

سرڈان بریڈ مین...... کرکٹ کی تاریخ کا سنہرا باب

(قیصر محمود۔ دارالعلوم جنوبی۔ ربوہ)

سرڈان بریڈ مین ۲۵ فروری ۲۰۰۱ء کو آسٹریلیا کے شہر ایڈیلیڈ میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر ۹۲ برس تھی۔ سرڈان بریڈ مین نے ٹیسٹ کرکٹ کی ۱۲۵ سالہ تاریخ میں وہ کارنامے سرانجام دیئے جنہیں آج تک کوئی نہیں دھندلا سکا۔ خاص طور پر ان کی ٹیسٹ میچز میں فی ٹیسٹ ۹۹.۹۴ رنز کی اوسط ۷۰ سال گزرنے کے باوجود دنیا کے تمام بلے بازوں کے لئے ایک چیلنج کا درجہ رکھتی ہے۔ ڈان بریڈ مین ۲۷ اگست ۱۹۰۸ء کو نیوساؤتھ ویلز میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے کرکٹ کا باقاعدہ آغاز سکول کی ٹیم کی طرف سے کھیلتے ہوئے کیا۔ ۲۸-۱۹۲۷ء میں بریڈ مین نے نیوساؤتھ ویلز کی طرف سے کھیلتے ہوئے فرسٹ کلاس کرکٹ کا آغاز شاندار ۱۱۸ رنز بنا کر کیا۔ ۲۹-۱۹۲۸ء میں انہوں نے آسٹریلیا کی طرف سے پہلا ٹیسٹ میچ کھیلا جس میں وہ صرف ۱۸ اور ایک رنز بنا سکے لیکن اپنے دوسرے ہی ٹیسٹ میں ۷۹ اور ۱۱۲ رنز اسکور کر ڈالے۔ یہی کارگردگی ان کی بیٹنگ کے عروج کا آغاز تھا جسے پھر کبھی زوال نہ آیا۔ اپنے پہلے ہی دورہ انگلینڈ میں بریڈ مین نے رنز کے ڈھیر لگا دیئے۔ انہوں نے اس سیریز میں ریکارڈ ۹۷۴ رنز اسکور کئے۔ لیڈز ٹیسٹ میں بنائے جانے والے ۳۳۴ رنز میں سے ۳۰۹ رنز اور ۳۷-۱۹۳۶ء میں بھی انگلینڈ کے خلاف ۵ ٹیسٹ میں ۸۱۰ رنز' ان کی لاجواب بیٹنگ کی چند مثالیں ہیں۔

بریڈ مین کا ٹیسٹ ریکارڈ

بریڈ مین نے آسٹریلیا کی جانب سے ۵۲ ٹیسٹ کی ۸۰ اننگز میں ۹۹.۹۴ کی اوسط سے ۶۹۹۶ رنز اسکور کئے جن میں ۲۹ سنچریاں اور ۱۳ نصف سنچریاں شامل ہیں۔ اگر وہ اپنی آخری ٹیسٹ اننگ میں صفر پر آؤٹ ہونے سے قبل صرف ۴ رنز بنا لیتے تو ان کی ٹیسٹ رنز ۷ ہزار اور اوسط ۱۰۰ ہو جاتی۔ آسٹریلیا کی ٹیم نے ان کی قیادت میں ۱۵ ٹیسٹ جیتے' ۳ ہارے اور ۶ ڈرا ہوئے۔

بریڈ مین کے عالمی ریکارڈ

سرڈان بریڈ مین نے اپنے ٹیسٹ اور فرسٹ کلاس کیریئر میں بے شمار عالمی ریکارڈ بنائے۔ جس میں ایک دن میں ۳۰۹ رنز سب سے کم عمر میں ٹرپل سنچری' ٹیسٹ میں ۲ اور فرسٹ کلاس کرکٹ میں ۴ ٹرپل سنچریاں' ٹیسٹ میں ۱۲ اور فرسٹ کلاس کرکٹ میں ۳۷ ڈبل سنچریاں' مسلسل ۸ ٹیسٹ میچوں میں سنچری' ایک ٹیسٹ سیریز میں ۹۷۴ رنز شامل ہیں۔

بے پناہ مقبولیت

سرڈان بریڈ مین نے کیریئر کے دوران اور بعد میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی۔ ۱۹۳۰ء کے دورہ انگلینڈ کے دوران بریڈ مین کے مداح بریڈ مین کو جو خط بھیجتے اس پر صرف ''بریڈ مین۔ انگلینڈ'' لکھتے اور وہ خط انہیں بحفاظت مل جاتے۔ چند سال پہلے ایک انٹرویو میں بریڈ مین نے بتایا کہ ''انہیں اب بھی بے شمار خط موصول ہوتے ہیں جن کے جواب دینے کے لئے تین سے چار گھنٹے خرچ کرنا پڑتے ہیں''۔ جنوبی افریقہ کے عظیم لیڈر نیلسن منڈیلا نے ۱۹۹۰ء میں ۲۵ سالہ قید سے رہائی کے بعد پہلا سوال یہ کیا کہ ''کیا ڈان بریڈ مین زندہ ہے؟'' بریڈ مین کو ''وزڈن ایوارڈ''، ''آرڈر آف آسٹریلیا'' اور ''سر'' کا خطاب ملا۔ اسی طرح گزشتہ صدی کے ''بہترین کرکٹر'' قرار پائے۔

کرکٹرز کا خراج تحسین

انگلینڈ اور سری لنکا کے درمیان گال ٹیسٹ' انڈیا اور آسٹریلیا کے درمیان ممبئی ٹیسٹ' پاکستان اور نیوزی لینڈ کے آخری ون ڈے سے پہلے دومنٹ کی خاموشی اختیار کی گئی۔ اسی طرح میچ کے دوران تمام کھلاڑیوں کے بازوؤں پر سیاہ پٹیاں اظہار افسوس کی نشاندہی کر رہی تھیں۔ بریڈمین کی آخری رسومات میں آسٹریلیا کے وزیراعظم کے علاوہ کئی مشہور کرکٹرز شامل ہوئے۔ جن میں ڈینس للی' ایان چیپل' گریگ چیپل' روڈنی مارش اور ایان ہیلی کے نام قابل ذکر ہیں۔

بریڈمین کے انتقال پر مختلف کرکٹرز نے ان کی خدمات کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔ انڈیا کے مشہور کرکٹر سنیل گواسکر نے کہا "بریڈمین کی بیٹنگ تکنیک آج بھی زندہ ہے۔ وہ کرکٹ کی دنیا کے بے تاج بادشاہ تھے"۔ سچن ٹنڈولکر جن کے متعلق بریڈمین نے کہا تھا کہ سچن کے کھیلنے کا انداز میرے جیسا ہے' نے کہا "میں خوش قسمت ترین انسان ہوں جسے ان سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ یقیناً وہ ملاقات میری زندگی کا بہترین لمحہ رہے گی"۔ پاکستان کے حنیف محمد نے کہا "بریڈمین نہ صرف بہت اچھے کھلاڑی بلکہ بہترین انسان بھی تھے"۔ آسٹریلیا کے مارک ٹیلر نے کہا "یقیناً عظیم آسٹریلوی تھے جن سے میں ملا۔ وہ سپورٹس مین شپ کی شاندار علامت تھے"۔

جب تک کرکٹ کھیلی جائے گی ریکارڈ بکس بریڈمین کے کارناموں سے منوررہے گا اور ان کا شمار ہمیشہ صف اول کے کھلاڑیوں میں کیا جائے گا۔

امدادی اخبارات ورسائل

ماہانہ کرکٹ اگست ۱۹۹۳ء' اگست ۱۹۹۷ء اور مارچ ۲۰۰۱ء' ڈیلی ڈان اور دی نیوز ۲۷ فروری ۲۰۰۱ء۔

قارئین خالد سے چند گذارشات

۱- یہ آپ کا اپنا رسالہ ہے۔اس کو خریدنا اور پڑھنا دینی و دنیاوی لحاظ سے بہت مفید ہے۔

۲- اس کی قلمی معاونت کرنا آپ کا فرض ہے تاکہ ''خالد'' کے معیار کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکے۔

۳- ''خالد'' کیلئے ہر احمدی کوئی بھی دینی' دنیاوی' علمی اور تحقیقی تحریر بھجواسکتا ہے۔جو معیاری ہونے کی صورت میں ضرور شائع ہوگی۔انشاءاللہ

۴- مضامین صفحہ کے ایک طرف لکھیں اور ایک لائن چھوڑ کر لکھیں تاکہ آسانی سے پڑھا جاسکے۔

۵- اگر کسی مضمون میں کسی کتاب وغیرہ کا اقتباس دیں تو اس کا مکمل حوالہ تحریر کرنا بہت ضروری ہے۔مثلاً نام کتاب' صفحہ نمبر' نام مصنف' سن اشاعت' مطبع (پریس) کا نام اور ایڈیشن نمبر وغیرہ

۶- مزاحیہ ادب بھی ''خالد'' کے صفحات کی زینت بنتا ہے۔اس لئے ہلکی پھلکی شگفتہ تحریر بھی بھجواسکتے ہیں۔

۷- اگر کوئی مضمون شائع کروانا مقصود ہو تو کم از کم دو مہینے پہلے وہ مضمون ادارہ خالد کو بھجوائیں مثلاً اگر مئی کے حوالہ سے کوئی مضمون ہے تو وہ فروری میں بھجوانا ضروری ہے۔

۸- اگر بعض احباب کے مضامین / منظوم کلام وغیرہ شائع نہ ہوں تو ہمت نہ ہاریں اور میدان تحریر میں زیادہ سے زیادہ محنت کرکے آگے بڑھیں۔

۹- ادارہ ہر اس تعمیری تنقید اور رائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے جو ''خالد'' کے معیار کو بہتر بنانے کے لئے دی جاتی ہے۔اس لئے اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہا کریں۔

۱۰- ایک نہایت ضروری گذارش ہے کہ آپ جو بھی خط ہمیں بھجوائیں اس میں اپنا مکمل ایڈریس ضرور تحریر فرمائیں تاکہ ادارہ کو جواب دینے میں آسانی رہے۔

ادارہ ماہنامہ خالد

ایوان محمود ربوہ ضلع جھنگ

(مکرم فرخ شاد صاحب)

بنیادی تعارف

مرزا محمد رفیع نام اور سودا تخلص تھا۔ والد کا نام مرزا محمد شفیع تھا۔ پیشہ آباء سپہ گری تھا لیکن والد سوداگر تھے جو تجارت کے سلسلہ میں کابل سے ہندوستان آئے اور یہیں رہ گئے۔ دہلی میں قیام پذیر ہوئے۔ جہاں ۱۷۱۳ء میں سودا کی ولادت ہوئی اور یہیں سودا نے تعلیم اور پرورش پائی۔

سودا تخلص کرنے کی وجوہ

سودا تخلص کرنے کی دو وجوہات بیان ہوئی ہیں، جو خاصی دلچسپ ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ سودا یعنی "جنون" عشق کا اعزاز ہے جس پر ایشیائی شاعری کا دارومدار ہے۔ اس وجہ سے سودا تخلص کیا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ چونکہ سودا کے والد سوداگر تھے اس لئے ان کی سوداگری کی رعایت سے سودا تخلص کیا۔

سودا کے اساتذہ

بموجب رسم زمانہ سودا اپنا کلام پہلے سلیمان قلی داد خان وداد کو دکھایا کرتے تھے۔ پھر شاہ حاتم کے شاگرد ہوئے۔ شاہ حاتم اپنے اس شاگرد پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ خان آرزو کے شاگرد نہ تھے مگر ان کی صحبت سے بہت فیضیاب ہوئے اور شعر گوئی میں ان سے بہت فائدہ اٹھایا۔ سودا پہلے فارسی میں شعر کہا کرتے تھے۔ خان آرزو کی ہدایت کے موافق ہی فارسی کو ترک کیا اور اُردو میں شعر کہنا شروع کیا، لیکن فارسی کا شوق اس قدر سرایت کئے ہوئے تھا کہ بالکل علیحدگی محال تھی۔ کچھ نہ کچھ ضرور کہتے تھے۔

سودا کے کلام کی شہرت

سودا کو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ ان کا کلام ان کی زندگی میں ہی مشہور ہو گیا اور ان کی استادی کا چرچا اس قدر پھیلا کہ بادشاہِ وقت "شاہ عالم" بھی اپنا کلام اصلاح کے لئے دکھانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد سودا کو ان سے رنجش ہو گئی اور دربار آنا جانا چھوڑ دیا، مگر دہلی میں بہت سے قدردان رئیس موجود تھے، جنہوں نے سودا کی دلجوئی اور خدمت کو اپنا فخر سمجھا اور کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔

سودا کے کلام کا شہرہ جب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ نے سنا تو نہایت محبت سے سودا کو بلاوے کا خط لکھا اور زادِ راہ بھی بھیجا، مگر روٴسائے دہلی کی قدردانی نے سودا کو ایسا مستغنی اور فارغ البال کر دیا تھا کہ انہوں نے دہلی کو چھوڑنا گوارا نہ کیا۔

سودا ــــ دہلی سے لکھنؤ

کچھ مدت بعد زمانے نے پلٹا کھایا۔ مرہٹوں اور مغلوں کے حملوں سے دہلی برباد ہو گئی۔ وہ قدردان اور فن کے جوہری باقی نہ رہے اور وہ دنیا کے ساتھ ساتھ سودا کا ساتھ بھی

چھوڑتے گئے' اس لئے سودا کو بالآخر دہلی کو خیر آباد کہنا پڑا اور بعمر ساٹھ سال فرخ آباد پہنچے۔ وہاں کے حاکم نواب احمد خان کی تعریف میں قصیدے کہے۔ جب وہ اس دنیا سے رخصت ہو گئے تو سودا بھی یہاں سے رخصت ہو گئے اور لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ کی ملازمت حاصل کی۔ تھوڑے دنوں بعد نواب شجاع الدولہ کا انتقال ہو گیا اور نواب آصف الدولہ تخت نشین ہوئے۔ انہوں نے بھی سودا کی خوب قدر دانی کی۔

ملک الشعراء کا خطاب

اس زمانہ میں لکھنؤ کے ایک فارسی شاعر "فاخر مکین" کی سودا کے ساتھ شعر و شاعری کے معاملہ میں کچھ نزاع ہو گئی اور جھگڑے نے ایسا طول پکڑا کہ نواب آصف الدولہ کے دربار تک نوبت پہنچی۔ اس وقت کے ولی عہد نواب سعادت علی خاں نے نواب آصف الدولہ کے روبرو فیصلہ سودا کے حق میں کر دیا۔ سودا کو "ملک الشعراء" کا خطاب ملا اور چھ ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر ہوا۔ نواب آصف الدولہ' سودا پر اس قدر شفقت کی نظر فرمانے لگے کہ بعض اوقات تو سودا کی صحبت کو محل کے عیش و آرام پر ترجیح دینے لگے۔

پہلوانِ سخن مر گیا

جب تک سودا زندہ رہے نواب آصف الدولہ اور اہل لکھنؤ کی قدر دانی سے ہر طرح فارغ البال رہے اور ۱۷۸۱ء میں لکھنؤ ہی میں انتقال کیا۔ مرزا کے استاد شاہ حاتم اس وقت زندہ تھے۔ سودا کے انتقال کی خبر سن کر بہت روئے اور کہا:-

"افسوس! ہمارا پہلوان سخن مر گیا"

تصانیف

سودا کی کئی تصانیف ہیں' جن میں ایک "دیوان فارسی" ہے جو ردیف وار غزلوں اور قصائد پر مشتمل ہے۔ ایک "دیوان اُردو" ہے جس میں ہر طرح کا کلام موجود ہے۔ علاوہ ازیں ان کی کلیات میں بہت سے قصائد' مثنویاں' مرثیے اور سلام شامل ہیں۔ نثر میں ایک رسالہ "عبرۃ الغافلین" کے نام سے تصنیف کیا' جس میں مرزا فاخر مکین کے فارسی شعراء پر کئے گئے اعتراضوں کے جواب دیئے۔ اس کے علاوہ سودا نے "تذکرہ شعرائے اردو" بھی لکھا جو اَب ناپید ہے۔

سودا کی قصیدہ گوئی

سودا نے اکثر اصناف سخن میں کامیابی کے ساتھ طبع آزمائی کی' مگر ان کے قصائد اور ہجو سب پر بھاری ہیں۔ سودا نے ہی اردو شاعری میں قصیدہ کی بنیاد رکھی۔ مولانا محمد حسین آزاد انکی قصیدہ گوئی کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

"دوسرے طبقہ تک اگر شعراء نے کچھ مدح میں کہا ہے' تو ایسا ہے کہ اسے قصیدہ نہیں کہہ سکتے۔ پس اول قصائد کا کہنا اور پھر دھوم دھام سے اعلیٰ درجہ فصاحت و بلاغت پر پہنچانا ان کا فخر ہے۔ وہ اس میدان میں فارسی کے نامی شہسواروں کے ساتھ عنان درعنان ہی نہیں گئے' بلکہ اکثر میدانوں میں آگے نکل گئے۔ ان کے کلام کا زور شور انوری اور خاقانی کو دباتا ہے اور نزاکتِ مضمون میں عرفی اور ظہوری کو شرماتا ہے"۔ (آبِ حیات صفحہ ۱۳۵)

ہجو گوئی

سودا کی ہجوؤں کا حال بیان کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں:-

"غنچہ نام ان کا ایک غلام تھا۔ ہر وقت خدمت میں حاضر رہتا تھا اور ساتھ قلمدان لئے پھرتا تھا۔ جب کسی سے بگڑتے' تو فوراً پکارتے ___ ارے غنچے! لا تو قلمدان۔ ذرا میں اس کی خبر تو لوں۔ یہ مجھے سمجھا کیا ہے"۔

(آب حیات صفحہ ۱۳۶)

سودا کی ہجوؤں میں ذاتیات اور دشنام دہی کے ساتھ ساتھ بالواسطہ طور پر اپنے عصر کی تصویر کشی بھی ملتی ہے۔ شرفاء وامراء کی ردی حالت' غریبوں کی مفلسی' دہلی کے کوتوال کا ظلم۔ یہ سب مناظر آپ کو سودا کی ہجو میں مل جائیں گے۔

مرثیہ نگاری

سودا نے مرثیہ نگاری میں اپنی جدت طرازی کا ثبوت دیا ہے۔ اب تک مرثیہ اکثر مفرد اشعار کی صورت میں غزل نما ہوتا یا چار مصرعوں پر مشتمل مربع شکل میں' لیکن انہوں نے مخمس' مسدس اور مستزاد وغیرہ تمام شکلوں میں پیش کیا۔ علاوہ ازیں مرثیہ نگاری صرف مذہبی دائرہ تک محدود تھی۔ سودا نے اس میں مرقع نگاری' جذبات نگاری' منظر نگاری وغیرہ کا اضافہ کر کے اس کو ایک شاعرانہ رنگ دیا اور نیا اسلوب وضع کیا۔ اس طرح مرثیہ کے ارتقاء میں ان کی خدمت انہیں انیس اور دبیر کا ہمعصر بنا دیتی ہے۔

غزل

سودا کے کلام میں لطفِ غزل کم ہے لیکن اس کے باوجود بھی غزل گوئی میں اپنے وقت کے اساتذہ میں شمار ہوتے تھے حتیٰ کہ میر تقی میر نے انہیں پورا شاعر تسلیم کیا ہے۔ دراصل سوز و گداز اور تصوف جو غزل کی جان ہیں سودا کی غزل میں نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سودا تمام عمر خوشحال اور فارغ البال رہے۔ اس عہد میں تصوف کا حصہ خواجہ میر درد کا ہے اور سوز و گداز میر تقی میر کا۔ معلوم ہوتا ہے سودا کے سامنے بھی اس بات کے چرچے تھے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:-

لوگ کہتے ہیں کہ سودا کا قصیدہ ہے خوب
ان کی خدمت میں لیے مَیں یہ غزل جاتا ہوں

میر اور سودا

مولانا آزاد نے میر اور سودا کا موازنہ کرتے ہوئے ایک واقعہ یوں لکھا ہے:-

ایک دن لکھنؤ میں میر اور سودا کے کلام پر دو شخصوں نے تکرار میں طول کھینچا۔ دونوں خواجہ باسط کے مرید تھے۔ انہیں کے پاس گئے اور عرض کی کہ آپ فرمائیں۔ انہوں نے کہا۔ دونوں صاحب کمال ہیں' مگر فرق اتنا ہے کہ میر صاحب کا کلام "آہ" ہے اور مرزا صاحب کا کلام "واہ" ہے۔ مثال میں میر صاحب کا شعر پڑھا۔

سرہانے میر کے آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

پھر سودا کا شعر پڑھا:-

سودؔا کی جو بالیں پہ ہوا شورِ قیامت
خدامِ ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

سودؔا کا اثر بعد کے شعراء پر

سودؔا کا اپنے زمانے کے اور بعد کے شعراء پر بہت کچھ اثر پڑا۔ معاصرین کے علاوہ شعرائے مابعد بھی ان کو استاذ الاساتذہ مانتے ہیں۔ ذوقؔ نے سودؔا کے قصائد کو دیکھ کر ایسے بلند اور زوردار قصیدے لکھے کہ قصیدہ گوئی سودؔا سے شروع ہوئی اور ذوقؔ پر ختم ہوگئی۔ مرثیہ گوئی میں انہیں انیسؔ اور دبیرؔ کا رہنما کہا جاتا ہے۔ سودؔا کا بعد کے شعراء پر جو اثر تھا اس کو ناسخ نے اپنے ایک شعر میں خوب بیان کیا ہے:-

کب ہماری فکر سے ہوتا ہے سودا کا جواب
ہاں تتبع کرتے ہیں ناسخؔ ہم اس مغفور کا

نمونہ کلام

سودؔا کے کلام میں سے منتخب اشعار ہدیۂ قارئین ہیں:

وے صورتیں الٰہی! کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں

برسات کا تو موسم کب کا نکل چکا' پر
مژگاں کی یہ گھٹائیں اب تک برستیاں ہیں

قیمت میں ان کے گو ہم دو جگ کو دے چکے اب
اس یار کی نگاہیں اس پر بھی سستیاں ہیں

☆☆☆

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے خانہ براندازِ چمن! کچھ تو ادھر بھی

کیا ضد ہے خدا جانے مرے ساتھ' وگرنہ
کافی ہے تسلی کو مرے ایک نظر بھی

اے ابر! قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے
تجھ چشم سے ٹپکا ہے کبھو لختِ جگر بھی

کس ہستیٔ موہوم پہ نازاں ہے تُو اے یار!
کچھ اپنے شب و روز کی ہے تجھ کو خبر بھی؟

تنہا ترے ماتم میں نہیں شامِ سیہ پوش
رہتا ہے سدا چاک گریبانِ سحر بھی

سودؔا! تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات
آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

☆☆☆

تجھ عشق کے مریض کی تدبیر شرط ہے
لیکن شفا کو گردشِ تقدیر شرط ہے

سودائے دل کو زلفِ گرہ گیر شرط ہے
دیوانے کے علاج کو زنجیر شرط ہے

ہو خاک راہ عشق میں تا قدر ہو تری
مِس کے طلا بنانے کو اکسیر شرط ہے

☆☆☆

آدم کا جسم جبکہ عناصر سے مِل بنا
کچھ آگ بچ رہی تھی سو عاشق کا دل بنا

سرگرم نالہ ان دنوں میں بھی ہوں' عندلیب
مت آشیاں چمن میں مرے متصِل بنا

اپنا ہنر دکھائیں گے ہم تجھ کو شیشہ گر
ٹوٹا ہوا کسی کا اگر ہم سے دل بنا

☆☆☆

نیم جاں ہیں یہ تری چشم کے بیمار کئی
مر گئے خنجرِ مژگاں کے دل افگار کئی
کوئی سسکے، کوئی تڑپے ہے، کوئی ہے بے حس
آج دیکھے ترے کوچے کے گرفتار کئی
عشق ہی شرط ہے کیا اے مرض الموت! مجھے
یا رب! انسان کے مرنے کے ہیں آزار کئی
بلبلو! مجھ کو نہ تکلیف کرو نالے کی
ڈوب جائیں گے لہو میں گل و گلزار کئی
خوب دیکھا ہے جہاں، اہلِ جہاں بھی دیکھے
ایک زنداں ہے کہ جس میں ہیں گنہگار کئی

☆☆☆

قاتل ہماری نعش کو تشہیر ہے ضرور
آئندہ تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے
اتنا لکھائیو مری لوحِ مزار پر
یاں تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے
فکرِ معاش و عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں
اس زندگی میں اب کوئی کیا کیا کیا کرے

☆☆☆

ہم سا تجھے ہے ایک، ہمیں تجھ سے ہیں کئی
جا دیکھ لے تو آپ کو آئینہ خانے میں
سودا! خدا کے واسطے کر قصہ مختصر
اپنی تو نیند اڑ گئی تیرے فسانے میں

امدادی کتب

۱۔ آبِ حیات۔ مولانا محمد حسین آزاد ۲۔ ہسٹری آف اردو لٹریچر۔ رام بابو سکسینہ ۳۔ مختصر تاریخ اردو ادب۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسین ۴۔ اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ۔ ڈاکٹر سلیم اختر ۵۔ کلیات سودا۔ مرزا محمد رفیع سودا

آگے قدم بڑھائے جا

ربوہ

نظامت اصلاح وارشاد کے زیر اہتمام سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں تقریر کے بعد مہمان خصوصی نے سوالات کے جوابات بھی عنایت فرمائے۔ سیمینار میں ۲۲۵ خدام نے شرکت کی۔ نظامت تربیت کے تحت اس ماہ ممبران تربیتی کمیٹی اور منتظمین تربیت کی بلاکس کی سطح پر میٹنگز کا انعقاد کیا گیا اور وقف ایام' نئے موصی بنانے' حفظ پارہ سکیم اور نئے نمازی بنانے کی طرف خاص توجہ دلائی گئی۔

ضلع اسلام آباد

سال گذشتہ کی نسبت ۴۰% مجموعی اضافہ کے ساتھ ضلع کا مکمل بجٹ مرکز پہنچایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ۳۴% وصولی بھی ارسال کر چکے ہیں۔ احمدیہ قبرستان اسلام آباد میں ۳ گھنٹے تک مثالی وقار عمل کیا گیا۔ ۱۰۰ کے قریب خدام واطفال نے حصہ لیا۔

مجلس محمود' اسلام آباد

دوران ماہ ۱۲ نئے خریدار بنائے گئے۔

کریم نگر فیصل آباد

دس ۱۰ خالد جاری کروائے گئے۔

۱۹۴ رب لاٹھیانوالہ' فیصل آباد

۸ نئے خریدار بنائے گئے

مجلس سرشمیر روڈ فیصل آباد

۳۵% اضافہ کے ساتھ نئے سال کی وصولی جمع کروادی ہے۔

ضلع ڈیرہ غازی خان

قائد صاحب علاقہ کے زیر صدارت ضلعی ریفریشر کورس منعقد ہوا۔ ۲۸ ضلعی اراکین عاملہ اور قائدین مجالس نے شرکت کی۔

مجلس ٹاؤن شپ لاہور

۱۴ نئے خالد جاری ہوئے مجلس میں آنے والے رسالوں کی تعداد ۱۰۰ تک پہنچ گئی۔

۳۳ خدام اور ۱۱۶ اطفال نے ۴ گھنٹے تک وقار عمل کیا۔

بدین' بھاولنگر' لودھراں' خیرپور' چکوال' مردان

سال رواں کے بجٹ کی وصولی کے ساتھ سال گذشتہ کے تمام بقایاجات ادا کر چکے ہیں۔

ضلع سانگھڑ اور راجن پور

۵۰% سے زائد بجٹ کی وصولی کر چکے ہیں۔

۲ خالد اور ۵ تشحیذ نئے جاری ہوئے۔

احمد آباد جنوبی خوشاب

سال رواں کا بجٹ ۶۲% اضافے کے ساتھ بھجوایا تھا لیکن مرکز کی نظر ثانی کی ہدایت پر ۱۱۵% تک اضافہ کو لیا۔

کنری

۱۳ خالد اور ۳ نئے تشحیذ جاری کروائے گئے۔

دارالذکر فیصل آباد

۶۶ خدام اور ۱۲۲ اطفال نے تین گھنٹے تک وقار عمل کیا۔

(مرتبہ: مکرم راجہ برہان احمد طالع صاحب)

تحقیق کا طریق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

''یہ قاعدہ کی بات ہے کہ کسی امر مجہول کی واقعی حقیقت دریافت کرنے کے لئے بڑی وسیع تحقیقات کی جاتی ہے اور ایک جزئی کی خاطر تمام جزئیات پر نظر ڈالنی پڑتی ہے اور محققانہ نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ یہ خاص جزئی جس کا کوئی حال یا عارضہ متنازعہ فیہ قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس کی یہ خاصیت جس میں نزاع کی گئی ہے اسی کی ذات تک محدود ہے یا ایک عام بات ہے جو دوسری کئی جزئیات میں یا جمیع جزئیات میں پائی جاتی ہے۔ پھر اگر کھوج لگاتے لگاتے اس حد تک پہنچ جائیں جو اس جزئی کا اس حال یا عارضہ متنازعہ فیہ میں دوسری جزئیات سے ممتاز ہونا ثابت ہو جائے یا دوسری جزئیات اس کے شریک نکل آئیں یعنی جیسی کہ صورت ہو اس پر عمل کیا جاتا ہے اور ناحق ایک عام کو خاص یا خاص کو عام نہیں بنایا جاتا''۔

(شحنۂ حق روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۳۵۵)

ہیلی کاپٹر کیسے اڑتا ہے

ہیلی کاپٹر کے بڑے بڑے طاقتور پر گھڑی کی سوئیوں کی مخالف سمت میں گھومتے ہیں (Anti Clock Wise) پروں کی بناوٹ جہاز کے پروں کی طرح اس طرح ہوتی ہے کہ ان کا اوپر کا حصہ گولائی کی شکل میں ابھرا ہوا ہوتا ہے جبکہ نچلا حصہ چپٹا ہوتا ہے۔ اوپر کے حصہ کا رقبہ گولائی کی وجہ سے نچلے حصہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب پر گھومتا ہوا ہوا میں سے گذرتا ہے تو ہوا کو پر کے اوپر کے حصہ میں زیادہ فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے بہ نسبت نچلے حصہ کے۔ لہذا اوپر کے حصہ پر ہوا کی رفتار نچلے حصہ کی نسبت تیز ہوتی ہے۔ سائنس کے اس اصول کے تحت کہ کسی جگہ پر ہوا یا محلول کی رفتار بڑھ جانے سے اس جگہ ہوا یا محلول کا پریشر کم ہو جائے گا پر کی اوپر کی سطح پر ہوا کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نچلے حصہ کا زیادہ دباؤ پر کو اوپر اٹھاتا ہے اور اس طرح ہوائی جہاز یا ہیلی کاپٹر ہوا میں بلند ہوتا ہے۔ ہوائی جہاز کے پر ایک جگہ پر فٹ ہونے کی وجہ سے اس کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن ہیلی کاپٹر کے پر چونکہ تیز گھومتے ہیں جس کے ردعمل کے طور پر ایسی قوت پیدا ہوتی ہے جو ہیلی کاپٹر کو پروں کے الٹی طرف کو گھومنے پر مجبور کرتی ہے یعنی Clock Wise اس گردش کو ختم کرنے کے لئے ہیلی کاپٹر کی دم پر ایک

چھوٹا پر لگا ہوا ہوتا ہے جو Clock Wise یعنی پروں کے مخالف رخ پر گھومتا ہے اور یوں ہیلی کا پٹر اپنی جگہ پر قائم ہو جاتا ہے۔ بعض ہیلی کا پٹروں میں پچھلے چھوٹے پروں کی بجائے بڑے پروں کے ہی دو سیٹ ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے مخالف سمت میں گھومتے ہیں اور یوں ہیلی کا پٹر خود گھومنے سے محفوظ رہتا ہے۔

ابوبکر محمد بن زکریا الرازی

آپ کا اصل نام ابوبکر محمد الرازی ہے۔ محمد نام اور ابوبکر کنیت ہے۔ باپ کا نام زکریا اور دادا کا نام یحیٰ تھا۔ رازی آپ کو اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ ''رے'' نامی قصبہ میں پیدا ہوئے۔ انگریزی میں آپ کو Rhazes لکھا جاتا ہے۔ اردو دائرہ معارف میں لکھا ہے۔

''ابوبکر محمد بن زکریا ایک مشہور طبیب، کیمیا دان اور فلسفی۔ اس کی زندگی کے متعلق معلومات تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں۔ وہ ۲۵۰ ہجری یا ۸۶۵ء میں ''رے'' میں پیدا ہوا''۔ (جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۱)

آپ کی زندگی پر مختلف ادوار آئے جوانی میں پہلے عود بجاتے رہے۔ کچھ احساس ہوا تو عود بجانا چھوڑ کر کیمیا گری کی طرف متوجہ ہوئے اور سونا بنانے میں لگ گئے۔ نتیجۃً آنکھوں کی تکلیف میں مبتلا ہوئے بالآخر کوئی ۳۸ سال کی عمر میں علم کی تلاش میں بغداد چلے گئے۔ علی بن سہل کی شاگردی میں بہت محنت کی اور ایک کامیاب طبیب بن گئے۔

آپ کی عمر کا زیادہ حصہ تصنیف و تالیف میں گزرا اور آپ نے درجنوں تصانیف فرمائیں جو آج بھی علم کے پیاسوں کو سیراب کر رہی ہیں۔ آپ کی مشہور ترین کتاب ''الحادی'' ہے یہ کتاب آپ کے تجربات، خیالات اور نظریات کا نچوڑ ہے۔ دوسری اہم کتاب ''المنصوری'' ہے۔ یہ کتاب دس جلدوں پر مشتمل ہے اور زیادہ تر یونانیوں کے علوم پر مبنی ہے۔ اس کے علاوہ چند کتب یہ ہیں۔

۳۔ کتاب الجدری فی الحبہ۔ یہ کتاب چیچک اور خسرہ کے متعلق ہے کافی مفید نسخوں پر مشتمل ہے۔

۴۔ کتابان فی التجارب۔ یہ کتاب مختلف تجارب پر مشتمل ہے۔

۵۔ کتاب المدخل التعلیمی، یہ علم کیمیا کی کتاب ہے اور بعد میں ''سرالاسرار'' کے نام سے چھپ چکی ہے۔

آپ کی بہت سی کتابیں جو مختلف موضوعات پر ہیں ان کا ترجمہ یورپ کی مختلف زبانوں میں ہو چکا ہے۔ آپ نے بہت سی کتب اور رسائل علم کیمیا کے موضوع پر تصنیف فرمائے۔ بطور ایک کیمیادان آپ کا نام جابر بن حیان کے بعد دوسرے نمبر پر آتا ہے۔ آپ نے تقریباً ۲۱ کتب و رسائل، علم کیمیا پر تصنیف کئے۔ محمد بن زکریا الرازی نے فن طب کو بہت ترقی دی، جس سے عوام کو بہت فائدہ پہنچا۔ آپ نے نئے نئے تجربے کئے اور ابتدائی طبی امداد (Frist Aid) کا طریقہ پہلی مرتبہ جاری کیا۔ اس طرح عمل جراحی میں ایک کارآمد آلہ نشتر (Seton) بھی آپ نے بنایا۔ ایک شہر میں حکومت

ایک اچھا اسپتال قائم کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے اس کام کو نہایت عمدگی سے یوں سرانجام دیا کہ گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے شہر کے مختلف مقامات اور محلوں میں مناسب جگہوں پر لگا دیئے۔ ہر روز صبح ان ٹکڑوں کا معائنہ کیا اور ان کی باقاعدہ رپورٹ مرتب کی۔ تیسرے دن ان ٹکڑوں کی باقاعدہ جانچ ہوئی اور آخری رپورٹ مرتب کی۔ جس جگہ کا گوشت اپنی اصلی حالت پر باقی رہ گیا اور ہر جگہ سے بہتر ثابت ہوا۔ اس مقام کو آپ نے اسپتال کے لئے منتخب کیا اور وہاں اسپتال کا قیام عمل میں آیا۔ رازی کی بلندی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بین الاقوامی طبی کانگریس کا اجلاس ۱۹۱۳ء میں لندن میں ہوا تو اس میں رازی اور فن طب پر مضامین پڑھے گئے اور اسے فن طب کا امام تسلیم کیا گیا۔ دوسری مرتبہ رازی کی ہزار سالہ برسی فرانس کے شہر پیرس میں بڑی شان سے منائی گئی یہ جشن ۱۹۳۰ء میں ہوا۔ اس میں رازی کی طبی خدمات پر تقاریر ہوئیں اور اس فن میں جو کچھ اس سائنسدان اور طبیب اعظم نے کام کئے اس پر بحث ہوئی۔ آپ کی وفات کے مختلف سن ۲۹۰ ہجری سے ۳۶۴ ہجری تک بتائے جاتے ہیں۔

نابینا افراد کیلئے خوشخبری

امریکی سائنس دانوں نے ایک ایسی ''مصنوعی آنکھ'' تیار کرلی ہے جس کی مدد سے اندھے نہ صرف بڑے سائز کے الفاظ پڑھ سکیں گے بلکہ اپنے اردگرد پڑی ہوئی اشیاء کی پہچان بھی کرسکیں گے۔ اندھوں کے لئے ایجاد کی گئی یہ مصنوعی آنکھ انتہائی چھوٹا کیمرہ ہے جس کی تار براہ راست اس کے دماغ سے منسلک کردی جائے گی۔ یہ مصنوعی آنکھ ایجاد کرنے والے نیویارک کے ڈوبلے انسٹیٹیوٹ کے چیئرمین مسٹر ڈوبلے نے ایک جریدے میں اس نئی ایجاد کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے مزید لکھا ہے کہ اس کے استعمال سے اندھا انسان روشنی کی شعاعوں کو بھی محسوس کرسکے گا انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ انسٹیٹیوٹ کے سائنس دانوں نے اس ایجاد کے لئے ۱۹۷۸ء میں کام شروع کیا تھا اس مقصد کے لئے تقریباً بائیس سال قبل ایک ۳۶ سالہ اندھے شخص جیری نے تجربات کے لئے خود کو رضاکارانہ طور پر پیش کیا تھا۔ مسٹر ڈوبلے نے کہا کہ اس مصنوعی آنکھ کو انتہائی کارآمد بنانے کے لئے تجربات جاری رہیں گے اور بہت جلد اندھے لوگ نارمل انسانوں کی طرح زندگی بسر کرسکیں گے۔ سائنس دان اندھوں کے لئے اس کیمرے کی تار کو دماغ کی بجائے پردہ چشم (Retina) میں نصب کرنے پر بھی غور کررہے ہیں۔ واضح رہے کہ آنکھ کے ڈیلے کی پشت پر موجود اس جھلی میں روشنی کے لئے حساس خلیے ہوتے ہیں جو دماغ سے جڑے ہوتے ہیں۔ مسٹر ڈوبلے کے مطابق یہ مصنوعی آنکھ استعمال کرنے والے اندھے دو انچ چوڑے اور آٹھ انچ لمبے لفظ کو ایک بازو کی دوری سے بآسانی پڑھ سکیں گے۔ انسٹیٹیوٹ کے حکام کے مطابق یہ مصنوعی آنکھ کسی حد تک مزید بہتر بنا کر اس سال کے آخر تک بعض دوسرے ممالک میں محدود تعداد میں دستیاب ہوگی تاہم یہ کہنا مشکل ہے کہ امریکہ میں یہ کب دستیاب ہوگی۔

مقابلہ معلومات (نمبر4)

1. آنحضرت کی زوجہ مطہرہ "ام المساکین" کا اصل نام کیا تھا؟
2. جماعت احمدیہ کا پہلا باقاعدہ اخبار کونسا تھا؟
3. علامہ ابن خلدون کی وجہ شہرت کیا ہے؟
4. پاکستان کا قومی پھول کون سا ہے؟
5. فٹبال کا ورلڈ کپ کتنے سال بعد ہوتا ہے؟
6. انٹرنیٹ سب سے پہلے کس ملک میں استعمال کیا گیا؟
7. سٹیتھوسکوپ (Stethoscope) کب ایجاد ہوا؟
8. درہ خنجراب کن دو ممالک کی سرحد پر واقع ہے؟
9. "اشوک چند" کس علاقے پر حکمران تھا؟
10. یہ شعر کس کا ہے، مکمل کریں

"نہ ہو میسر جو حریت تو ہے بے وطن آدمی وطن میں"

☆ جوابات 30 مئی 2001ء تک ایوانِ محمود ربوہ کے پتہ پر بھجوادیں۔ درست جواب بھیجنے والے پہلے پانچ احباب کو انعام دیا جائے گا۔

درست جوابات

مقابلہ معلومات نمبر(2)

مارچ 2001ء

۱۔منن الرحمٰن ۲۔جبرالٹر ۳۔دانتے ۴۔سلطان صلاح الدین ایوبی ۵۔بخار ماپنے کا آلہ۔ پارہ ۶۔ سیبودری ۷۔حضرت ابوجندلؓ ۸۔صدر پاکستان محمد ایوب خان ۹۔۴ سال بعد جس میں ۲۹ فروری آتا ہے ۱۰۔مرزا اسد اللہ غالب۔

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

نتیجہ

مقابلہ معلومات نمبر(2)

☆☆☆

اوّل	قیصر محمود	دارالعلوم جنوبی ربوہ
اوّل	رانا ساجد نعیم	ڈسکہ کوٹ، سیالکوٹ
دوم	فائز احمد ایاز شاہ	دارالرحمت غربی ربوہ
دوم	مشہود احمد وقار	دارالصدر شرقی ربوہ
سوم	رانا جنید احمد	امیر پارک گوجرانوالہ

(مرسلہ: مکرم اقبال زبیر صاحب)

علم الحیوانات کے پروفیسروں سے پوچھا، سلوتریوں (معالجِ حیوانات) سے دریافت کیا، خودسر کھپاتے رہے لیکن کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر کتوں کا کیا فائدہ ہے، گائے کو لیجئے، دودھ دیتی ہے، بکری کو لیجئے دودھ دیتی ہے اور مینگنیاں بھی۔ یہ کُتے کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے وفادار جانور ہے۔ اب جناب وفاداری اگر اسی کا نام ہے کہ شام کے وقت سات بجے سے جو بھونکنا شروع کیا تو لگا تار بغیر دم لئے صبح کے چھ بجے تک بھونکتے ہی چلے گئے۔ تو ہم لنڈورے ہی بھلے۔

کل ہی کی بات ہے کہ رات گیارہ بجے ایک کُتے کی طبیعت ذرا گدگدائی تو انہوں نے باہر سڑک پر آ کر "طرح" کا ایک مصرع دے دیا۔

ایک آدھ منٹ بعد سامنے بنگلے میں سے ایک کُتے نے مطلع عرض کر دیا، اب جناب ایک کہنہ مشق استاد کو جو غصہ آیا تو ایک حلوائی کے چولھے سے باہر لپکے اور پھنکار کر پوری غزل مقطع تک کہہ گئے۔ اس پر شمال مشرق کی طرف سے ایک قدرشناس کتے نے زوروں کی آواز دی۔

اب تو حضرت وہ مشاعرہ گرم ہوا کہ کچھ نہ پوچھئے، بعض تو دوغزلے، سہ غزلے لکھ لائے تھے، کئی ایک نے فی البدیہہ قصیدے کے قصیدے پڑھ ڈالے، وہ ہنگامہ گرم ہوا کہ ٹھنڈا ہونے میں نہیں آتا تھا۔ ہم نے کھڑکی میں سے ہزاروں دفعہ آرڈر آرڈر پکارا لیکن بے موقعوں پر پردھان کی بھی کوئی نہیں سنتا۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ میاں تمہیں ایسا ہی ضروری مشاعرہ کرنا تھا تو دریا کے کنارے کھلی ہوا میں جا کر طبع آزمائی کرتے۔ یہ گھروں کے درمیان آ کر سوتوں کو ستانا کونسی شرافت ہے؟ اور پھر دیسی لوگوں کے کُتے بھی کچھ عجیب بدتمیز واقع ہوئے ہیں۔ اکثر تو ان میں سے ایسے قوم پرست ہیں کہ پتلون اور کوٹ کو دیکھ کر ہی بھونکنے لگ جاتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک حد تک قابل تعریف بھی ہے۔ اس ذکر کو جانے ہی دیجئے، اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے، یعنی ہمیں بارہا ڈالیاں لے کر صاحب کے بنگلوں پر جانے کا اتفاق ہوا۔ خدا کی قسم ان کُتوں میں وہ شائستگی دیکھی کہ عش عش کر کے لوٹ آئے ہیں۔ جونہی ہم بنگلے کے دروازے میں داخل ہوئے کُتے نے برآمدے میں کھڑے ہو کر ایک ہلکی سی "بخ" کر دی اور پھر منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے تو اس نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ایک نازک اور پاکیزہ آواز میں پھر "بخ" کر دی۔ چوکیداری کی چوکیداری، موسیقی کی موسیقی۔

ایک ہمارے کُتے ہیں کہ راگ نہ سُر، سَر نہ پیر، تان پر تان لگائے جاتے ہیں، بے تالے کہیں کے، نہ موقع دیکھتے ہیں نہ وقت پہچانتے ہیں۔ بس گلے بازی کئے جاتے ہیں۔ اور گھمنڈ اس بات پر ہے کہ تان سین اس ملک میں پیدا ہوا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے تعلقات کُتوں سے ذرا کشیدہ ہی رہے ہیں۔ لیکن ہم سے قسم لے لو جو ایسے موقع پر

ہم نے کبھی ستیہ گرہ (پرامن احتجاج) سے منہ موڑا ہو۔ شاید آپ اس کو نفلی سمجھیں، لیکن خدا شاہد ہے آج تک کبھی کسی کُتے پر ہاتھ اُٹھ ہی نہ سکا۔ اکثر دوستوں نے صلاح دی کہ رات کے وقت لاٹھی چھڑی ضرور ہاتھ میں رکھنی چاہیے کہ دافع بلیات ہے، لیکن ہم کسی سے خواہ مخواہ عداوت پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ کُتے کے بھونکتے ہی ہماری طبعی شرافت ہم پر اس قدر غلبہ پا جاتی ہے کہ آپ ہمیں اگر اس وقت دیکھیں تو یقیناً یہی سمجھیں گے کہ ہم بزدل ہیں۔ شاید آپ اس وقت بھی یہ اندازہ لگالیں کہ ہمارا گلا خشک ہوا جاتا ہے، یہ البتہ ٹھیک ہے ایسے موقع پر کبھی گانے کی کوشش کروں گا تو کھرج کے سُروں کے علاوہ اور کچھ نہیں نکلتا۔ اگر آپ نے بھی ہم جیسی عادت پائی ہو تو دیکھیں گے کہ ایسے موقع پر آیۃ الکرسی آپ کے ذہن سے اتر جائے گی، اس کی جگہ شاید آپ دعائے قنوت پڑھنے لگ جائیں۔

بعض اوقات ایسا بھی اتفاق ہوا ہے کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے تھیٹر سے واپس آ رہے ہیں اور ناٹک کے کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں کیونکہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نومشقی کا عالم بھی ہے، اس لئے سیٹی پر اکتفا کی ہے کہ بے سُر بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا کہ شاید انگریزی موسیقی ہے۔

اتنے میں ایک موڑ پر سے گذرے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی، ذرا تصور ملاحظہ فرمایئے۔ آنکھوں نے اُسے بھی کُتا ہی دیکھا۔ ایک تو کُتا اور پھر بکری کی جسامت کا، گویا بہت ہی کُتا۔ بس ہاتھ پاؤں پھول گئے، چھڑی کی گردش دھیمی دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت نامعقول زاویئے پر ہوا میں ٹھہر گئی۔ سیٹی کی موسیقی بھی تھرتھرا کر خاموش ہوگئی لیکن کیا مجال جو ہماری تھوتھنی کی مخروطی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔ گویا ایک بے آواز لے ابھی تک نکل رہی ہے۔ طب کا مسئلہ ہے، ایسے موقع پر اگر سردی کے موسم میں بھی پسینہ آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بعد میں سوکھ جاتا ہے۔

چونکہ ہم طبعاً ذرا محتاط ہیں اس لئے کبھی آج تک کُتے کے کاٹنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ یعنی کسی کُتے نے آج تک ہم کو نہیں کاٹا۔ اگر ایسا سانحہ پیش آیا ہوتا تو اس سرگذشت کی بجائے آج ہمارا مرثیہ چھپ رہا ہوتا، تاریخی مصرعہ دعائیہ ہوتا کہ اس کُتے کی مٹی سے کتا گھاس پیدا ہو۔ لیکن

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگِ رہ بری بلا ہے

مجھے کیا برا تھا مرنا، اگر ایک بار ہوتا

جب تک دنیا میں کُتے موجود ہیں اور بھونکنے پر مصر ہیں سمجھ لیجئے کہ ہم قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ اور پھر ان کتوں کے بھونکنے کے اصول بھی تو نرالے ہوتے ہیں۔ یعنی ایک تو متعدی مرض ہے، اور پھر بچوں، بوڑھوں سبھی کو لاحق ہے۔ اگر کوئی بھاری بھرکم...... کُتا کبھی کبھی اپنے رعب اور دبدبے کو قائم رکھنے کیلئے بھونک لے تو ہم بھی چاروناچار کہہ دیں کہ بھئی بھونک۔

اگرچہ ایسے وقت میں اس کو زنجیر سے بندھا ہوا ہونا چاہیے۔ لیکن یہ کمبخت دوروزہ، سہ روزہ دو، دو، تین تین تولے کے پلّے بھی بھونکنے سے باز نہیں آتے۔ باریک آواز ذرا سا پھیپھڑا، اس پر بھی افتاد یہ کہ زور لگا کر بھونکتے ہیں کہ آواز کی لرزش دم تک پہنچتی ہے اور پھر بھونکتے ہیں کہ چلتی موٹر کے سامنے آ کر گویا روک ہی لیں گے۔ اب یہ خاکسار موٹر چلا رہا ہو تو قطعاً ہاتھ کام کرنے سے انکار کر دیں، لیکن ہر کوئی یوں ان کی جان بخشی تھوڑا ہی کرے گا۔

کُتوں کے بھونکنے پر مجھے سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ ان کی آواز سوچنے کے تمام قویٰ معطل کر دیتی ہے۔ خصوصاً جب کسی دوکان کے تختے کے نیچے سے ان کا ایک پورا خفیہ جلسہ سڑک پر آ کر تبلیغ کا کام شروع کر دے۔ تو آپ ہی کہیے ــــــ ہوش ٹھکانے رہ سکتے ہیں؟ ہر ایک طرف باری باری

سوچنا پڑتا ہے؟ کچھ اُن کا شور کچھ ہماری صدائے احتجاج (زیرلب) بے ڈھنگی حرکات وسکنات۔ اس ہنگامے میں بھلا کام کرسکتا ہے؟ اگرچہ یہ مجھے بھی نہیں معلوم اگر ایسے موقع پر دماغ کام کرے بھی تو کیا تیر مار لے گا؟ بہرصورت کتوں کی یہ پرلے درجے کی ناانصافی میرے نزدیک ہمیشہ قابلِ نفرین رہی ہے۔ اگر ان کا ایک نمائندہ شرافت کے ساتھ ہم سے آکر کہہ دے کہ عالی جناب سڑک بند ہے تو خدا کی قسم ہم بغیر چون وچرا کئے واپس لوٹ جائیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، ہم نے کتوں کی درخواست پر کئی راتیں سڑکیں ناپنے میں گذاردی ہیں، لیکن پوری مجلس کا یوں متفقہ طور پر سینہ زوری کرنا ایک کمینہ حرکت ہے لیکن قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے اگر ان کا کوئی عزیز ومحترم کتا کمرے میں موجود ہو تو یہ مضمون بلند آواز سے نہ پڑھا جائے۔ مجھے کسی کی دل شکنی مطلوب نہیں خدا نے ہر قوم میں نیک افراد بھی پیدا کئے ہیں۔ کُتّے اس کلیے سے مستثنیٰ نہیں۔ آپ نے خداترس کتا بھی ضرور دیکھا ہوگا۔ عموماً جس کے جسم پر تپسیا (ریاضت ۔ عبادت) کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں جب چلتا ہے تو اس کی مسکینی اور عجز سے گویا بارِ گناہ کا احساس آنکھ نہیں اٹھانے دیتا۔ دُم اکثر پیٹ کے ساتھ لگی رہتی ہے سڑک کے بیچوں بیچ غور وفکر کے لئے لیٹ جاتا ہے___ اور آنکھیں بند کرلیتا ہے۔ شکل بالکل فلاسفروں جیسی اور شجرہ دیوجانس کلبی سے ملتا ہے۔ کسی گاڑی والے نے متواتر بگل بجایا۔ گاڑی کے مختلف حصوں کو کھٹکھٹایا لوگوں سے کہلوایا خود دس بارہ آوازیں دیں تو اپنے سر کو وہیں زمین پر رکھے سرخ مخمور آنکھوں کو کھولا۔ صورت حالات کو ایک نظر دیکھا اور پھر آنکھیں بند کرلیں۔ کسی ایک نے چابک لگایا۔ آپ نہایت اطمینان کے ساتھ وہاں سے اٹھ کر ایک گز پر جالیٹے اور خیالات کے سلسلے کو جہاں سے وہ ٹوٹ گیا تھا وہیں سے پھر شروع کردیا۔ کسی بائیسکل والے نے گھنٹی بجائی تو وہ لیٹے لیٹے ہی سمجھ گئے کہ بائیسکل ہے۔ ایسی چھچھوری چیزوں کے لئے وہ رستہ چھوڑ دینا فقیری شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ رات کے وقت یہی کتا اپنی خشک پتلی سی دم کو تاحدامکان سڑک پر پھیلا کر رکھتا ہے۔ اس سے محض خدا کے برگزیدہ بندوں کی آزمائش مقصود ہوتی ہے جہاں آپ نے غلطی سے پاؤں رکھ دیا انہوں نے غیض وغضب کے لہجے میں آپ سے پُرسش شروع کردی۔ بچہ فقیروں کو چھیڑتا ہے نظر نہیں آتا۔ ہم سادھو لوگ یہاں بیٹھے ہیں۔ بس اِس فقیر کی بددعا سے اسی وقت رعشہ شروع ہوجاتا ہے بعد میں کئی راتوں تک یہی خواب نظر آتے رہتے ہیں کہ بے شمار کُتّے ٹانگوں سے لپٹے ہوئے ہیں اور جانے نہیں دیتے آنکھ کھلتی ہے تو پاؤں چارپائی کی اُدوان میں پھنسے ہوتے ہیں۔

اگر خدا نے مجھے کچھ عرصہ کے لئے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرمائی تو جنونِ انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے۔ رفتہ رفتہ سب کُتّے علاج کے لئے کسولی (کُتّے کے کاٹے کی علاج گاہ کے مقام کا نام) پہنچ جائیں گے۔ ایک شعر ہے:۔

عُرفیؔ تُو میندیش زِغوغائے رقیباں
آوازِ سگاں کم نکند رزقِ گدا را

(ترجمہ: عرفیؔ تو رقیبوں کے شوروغوغا سے فکرمند نہ ہو کیونکہ کُتّوں کا بھونکنا فقیر کے رزق کو کم نہیں کرتا)

یہی وہ خلاف فطرت شاعری ہے جو ایشیا کے لئے باعث ننگ ہے۔ انگریزی میں ایک مثل ہے کہ بھونکتے ہوئے کُتّے کاٹا نہیں کرتے یہ بجا سہی۔ لیکن کون جانتا ہے کہ ایک بھونکتا ہوا کُتّا کب بھونکنا بند کردے؟ اور کاٹنا شروع کردے۔

(انتخاب از کلیاتِ پطرس)

☆☆☆

ضروری اعلان

مندرجہ ذیل ایڈریسز پر ماہنامہ خالد وتشحیذ وصول نہیں کیا جارہا اور رسالہ واپس دفتر آجاتا ہے۔ ممکن ہے یہ ایڈریسز درست نہ ہوں یا تبدیل ہوگئے ہوں۔ اگر کسی دوست کو اِن احباب کا صحیح ایڈریس معلوم ہوتو مہربانی فرما کر دفتر ہذا کو مطلع فرمائیں۔

مینیجر ماہنامہ خالد وتشحیذ

دفتر ایوان محمود ربوہ دارالصدر جنوبی تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ

NO 458 EXP:
SHEZAD ABDUL ALA
RUNKSTERSTEEN WEG 239/1
3500 - HASS ELT BELGIUM

K.NO 447 EXP:
SAJJAD HADIDER
MOLEN STRAAT 19/3
2300- TURNHOUT BELGIUM

K.NO 455 EXP:
MOHAMMAD ARIF
HOUT MARKT 29/102
3800 - SINT TRUIDEN BELGIUM

T.NO 508 EXP:
AHMAD BURHANUDDIN
HARMONIESTRAAT 4718
3500 HASSELT BELGIUM

T.NO 566 EXP:
MUNAWAR AHMAD
AM ATZELBERG - 35
6452 GROSS GERAU GERMANY

T.NO 510 EXP:
ASIF BASHEER WAHLA
RUNKSTERSTEENWEG 239/2
3500 - HASSELT
BELGIUM

K.NO 458 EXP:
SHEZAD ABDUL ALA
RUNKSTERSTEEN WEG 239/1
3500 - HASSELT BELGIUM

K.NO 508 EXP:
AHMAD BURHANUDDIN
HARMONIESTRAAT 4718
3500 HASSELT
BELGIUM

T.NO 650 EXP:
SHAFIQ AHMAD
HESSENRING. 37
64589 - STOCKSTADT - GERMANY

K.NO سے مراد خالد نمبر اور T.NO سے مراد تشحیذ الاذہان نمبر ہے۔

****

K.NO 511 EXP:
FAHRID AHMAD
PYRAMIDEN STR-1
68169 - MANNHEIM GERMANY

K.NO 486 EXP:
MUBARAK ALTAF
FALLEN BRUNNEN 2
88045 - FRIEDRICH SHAFEN
GERMANY

T.NO 616 EXP:
AWAIS AKBAR BAJWAH
DURLACH STR- 96
68129 - MANNHEIM GERMANY

T.NO 645 EXP:
LIBRARY MAKHZAN -E- ILM
AIWAN -E- KHIDMAT
QADIYAN 143516 PUNJAB INDIA

T.NO 655 EXP:
AMIN KHAN ERNSTLUDWG. STR-14
64331 - WEITERSTADT
GERMANY

T.NO 578 EXP:
MOHAMMAD ABAS BAJWA
SEEKENHEIMER STR - 132
68165 - MANNHEIM GERMANY

T.NO 582 EXP:
MIRZA SHAHID AHMAD
FALLEN BRUNNEN STR - 18
88045 - FRIEDRICHSHAFEN
GERMANY

T.NO 623 EXP:
MUBARIK AHMAD QURESHI
KLEIN GERAUER WEG - 16
64331 - WIETERSTADT, GERMANY

(مکرم شیخ نصیر احمد صاحب)

ہاں تو دوستو! کیا حال ہے۔ آپ ایک دوسرے سے اس مضمون کے بارے میں بات چیت کرتے ہوں گے۔ اس طرح سے معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور جن باتوں کی سمجھ نہیں آئی ہوتی ان کے بارے میں بھی کافی کچھ معلوم ہو جاتا ہے۔

آج ہم آپ کو کچھ نئی معلومات فراہم کریں گے۔ کمپیوٹر کے اندرونی پارٹس سے نکل کر باہر اس کا ایک ایسا حصہ پڑا ہوتا ہے۔ جس کے بغیر ظاہری طور پر کمپیوٹر کمپیوٹر نہیں کہلا سکتا۔ کیا کہا؟ کس کی مجال ہے کہ کمپیوٹر کو کمپیوٹر نہ کہے......ارے بھئی آپ تو ناراض ہو گئے۔ بس تھوڑا سا انتظار کیجئے۔ اس مضمون کے مکمل ہونے پر آپ اس بات کے قائل ہو جائیں گے۔ اس حصے کو مانیٹر کہتے ہیں۔ لو! آپ تو ابھی سے مان گئے۔ لگتا ہے بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہے۔ یعنی مانیٹر ہی نہ ہوگا تو کمپیوٹر ہمیں معلومات فراہم کیسے کرے گا اور سب سے بڑی بات کہ ہم کمپیوٹر کو چلا کس طرح سکیں گے۔ تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ کمپیوٹر مانیٹر کو استعمال کیسے کرتا ہے۔

بات یہ ہے کہ کمپیوٹر ایک ایسا گونگا ہے جو ہاتھوں کی مدد سے دوسروں سے باتیں کرتا ہے اور اس کے وہ ہاتھ اس کا مانیٹر ہے جس کے ذریعے وہ مختلف اشارے کرتا ہے، سگنلز دیتا ہے، پیغامات دیتا ہے وغیرہ وغیرہ ان سب باتوں کے لئے اور بھی چیزیں استعمال ہوتی ہیں لیکن وہ مخصوص وقتوں کے لئے اور مخصوص قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً جب کمپیوٹر کو آن کیا جاتا ہے تو وہ اپنے آپ کو چیک کرتے وقت کسی قسم کا فالٹ ڈھونڈے تو سپیکر میں سے مخصوص قسم کی بیپ بیپ کی آوازیں آتیں ہیں۔ اسی طرح جب کی بورڈ کو ٹیسٹ کرتا ہے تو اس کی تینوں لائیٹس جلتی بجھتی ہیں وغیرہ وغیرہ

کمپیوٹر مانیٹر پر کس طرح مختلف قسم کی تحریرات کو روشن کرتا ہے اور کس طرح مختلف قسم کے گرافکس ڈرا کر سکتا ہے آیئے دیکھتے ہیں۔ بلیک اینڈ وائیٹ مانیٹر کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک گراف کے خانے ہوتے ہیں۔ ہم ہر ایک خانے کو ایک بلب تصور کر لیتے ہیں۔ اب جب ہم نے اس مانیٹر یا گراف پیپر پر کچھ ڈسپلے کروانا ہو یا لکھنا ہو تو ان بلبوں یا خانوں کی مدد سے لکھیں گے۔ اور جیسا لفظ بنانا ہو گا ویسے ڈیزائن کے بلب ترتیب لگا کر روشن کر دیں گے۔ جیسا کہ نیچے آپ دیکھ سکتے ہیں۔
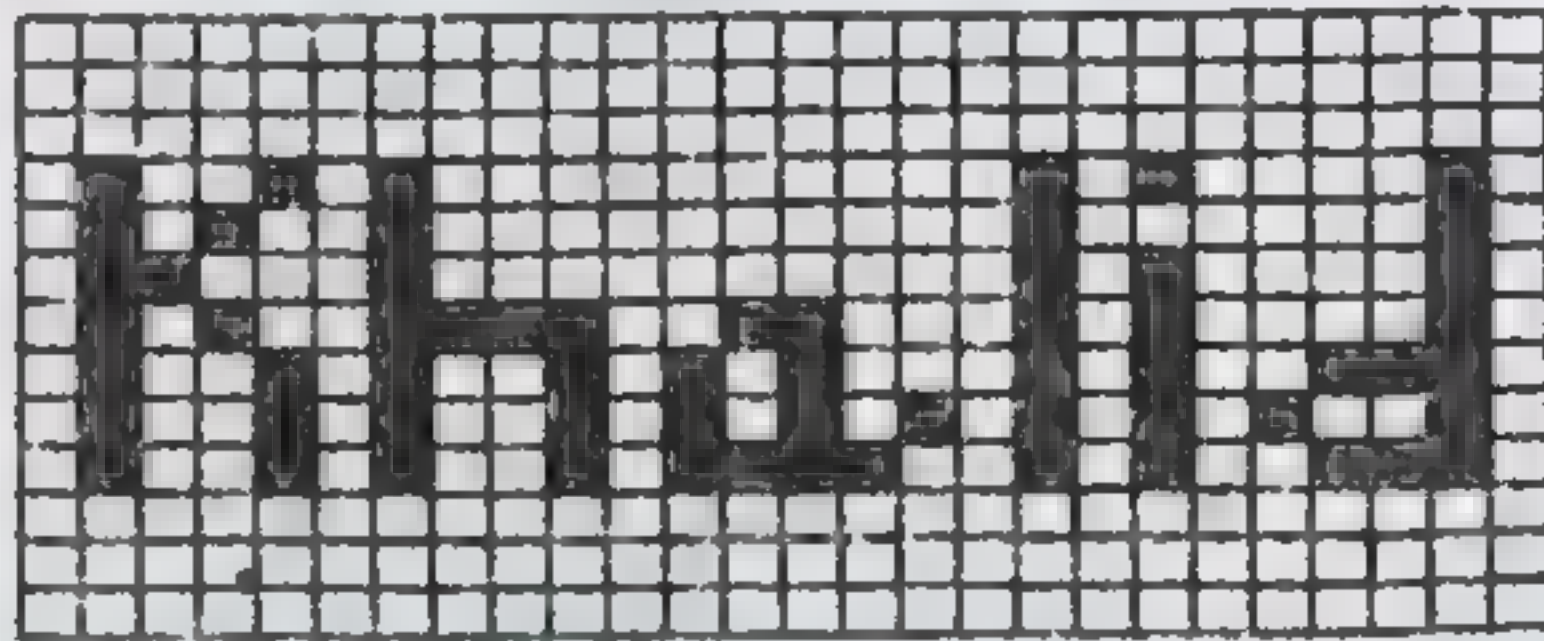
آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے Khalid کا لفظ ان بلبوں کی مدد سے لکھا ہے۔ مانیٹر پر بھی اسی طرح چھوٹے چھوٹے سے خانے ہوتے ہیں۔ ایک خانے کو Pixel کہتے ہیں۔ ان Pixels سے مل کر ہی الفاظ بنتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے ٹیلیویژن پر دیکھا ہو گا۔ کلر ٹی وی یا مانیٹر میں ایک pixel میں تین رنگوں کے تین بلب لگے ہوتے ہیں۔ سرخ، سبز اور نیلا۔ ان تینوں رنگوں کے مختلف تناسب سے

ملنے سے 16.7 ملین رنگ بنتے ہیں۔ مثال کے طور پر باہر والا چوکھٹا ایک پکسل ہے اور اس کے اندر تین قسم کے بلب دکھائی دے رہے ہیں۔ تین الگ الگ رنگوں کے۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ صرف تین رنگوں سے اتنے زیادہ (16777216) رنگ کیسے بن سکتے ہیں تو ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک رنگ کی 256 شیڈز ہیں (256x256x256=1677721) دیکھا آپ نے۔ یہاں شیڈز کو ہم بلبوں کے ساتھ اس طرح مطابقت دے سکتے ہیں کہ شیڈز کی جگہ آپ یہ سمجھیں کہ جس طرح 12 وولٹ کے بلب کی روشنی ہم نے کم کرنی ہو تو 12 کی بجائے ہم 10 یا 8 یا 6 یا اس سے بھی کم وولٹ دے کر اس کی روشنی کم کر سکتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں اس کی روشنی کا شیڈ بدل سکتے ہیں۔ تو آپ یہ سمجھیں کہ یہ تینوں بلب 255 وولٹ پر چلتے ہیں اور اگر وولٹیج کم کرتے جائیں تو ان کی روشنی کم ہوتی جائے گی یعنی ان کے رنگ کا شیڈ بدلتا جائے گا۔ اب ہم چند رنگ بنا کر دیکھتے ہیں۔ کیسے......؟ بھئی ایک تو آپ صبر سے دیکھتے ہی نہیں۔ اگر آپ کے پاس کمپیوٹر ہے اور آپ کوئی سی بھی Windows (3.11, 95, 2000) استعمال کر رہے ہیں تو Accessories میں ایک چھوٹا سا پروگرام Paint یا Paint Brush کے نام سے موجود ہوگا۔ اس میں Colors کے Menu میں Edit Colors کے نام کی کمانڈ پر کلک کریں اور ایک Dialog Box آپ کے سامنے آ موجود ہوگا۔ بس Define Custom Colors کے کمانڈ بٹن پر کلک کریں اور انہی تین رنگوں کی مدد سے اپنی مرضی کے رنگ بنائیں۔ Windows 3.11 میں طریقہ تھوڑا سا مختلف ہوگا۔

نیچے ہم ایک ٹیبل دے رہے ہیں کہ مختلف رنگوں کو ان تین رنگوں سے ملا کر کس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ ملاحظہ کیجئے۔

رنگ جو بنانا چاہیں	سرخ	سبز	نیلا
سفید	255	255	255
سرخ	255	0	0
سبز	0	255	0
نیلا	0	0	255
پیلا	255	255	0
فیروزی	0	255	255
گہرا گلابی	255	0	255
جامنی	153	0	204
نارنجی	255	102	0
ہلکا گلابی	255	153	204
براؤن	102	51	51
خاکی	153	153	102
کالا	0	0	0

جن احباب کے پاس کمپیوٹر موجود نہیں وہ یہ سمجھیں جیسا کہ ہم بچپن سے دیکھتے آئے ہیں کہ بازار میں کپڑا رنگنے والا مختلف رنگوں
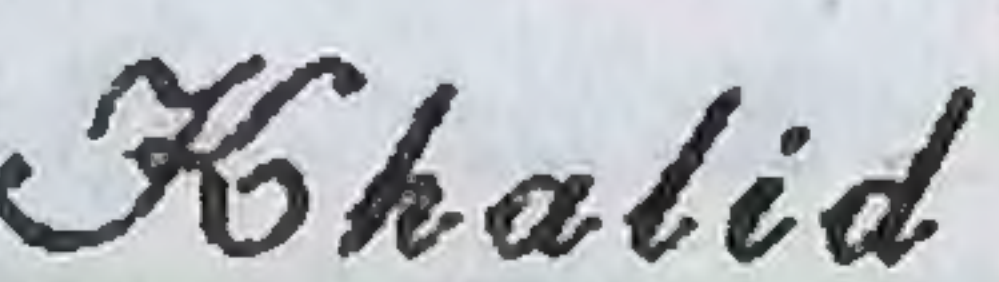
کو ملا کر ایک نیا رنگ وجود میں لے آتا ہے یعنی سرخ اور پیلا رنگ مل کر نارنجی رنگ بنتا ہے اسی طرح کمپیوٹر میں مختلف رنگوں کے ملنے سے کروڑوں رنگ وجود میں آ جاتے ہیں۔ اب اگر مان لیا جائے کہ مانیٹر پر جو بھی ظاہر ہوتا ہے وہ ان پکسلز کی مدد سے آتا ہے لیکن تصاویر وغیرہ کس طرح نظر آتی ہیں ان میں تو نقاط نظر نہیں آتے؟ اس کا جواب دینے کے لئے ہمیں تھوڑی باریک بینی سے کام لینا پڑے گا۔ جب ٹیلیویژن پر آپ کی پسند کا پروگرام آ رہا ہو تو آپ بالکل نزدیک (تقریباً ایک فٹ کے قریب) آ کر غور سے دیکھیں تو آپ کو تصویر چھوٹے چھوٹے نقاط سے بنتی ہوئی نظر آئے گی۔ لیکن اگر مانیٹر کو غور سے دیکھا جائے تو بظاہر نقطے یا پکسلز نظر نہیں آتے...... کیوں؟ اس کے لئے آپ کو Resolution کو سمجھنا ہوگا۔

مانیٹر کے Display Area میں پکسلز کی تعداد کو Resolution کہا جاتا ہے۔ یہ Resolution جتنی زیادہ ہوگی سکرین پر پرنٹ ہونے والے مواد کی کوالٹی اتنی اچھی ہوگی۔ مثلاً Windows میں ابتدائی طور پر جو Resolution سیٹ ہوتی ہے اس میں سکرین کی چوڑائی میں 640 پکسلز اور لمبائی میں 480 پکسلز ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ تدریجاً 800x600 و 1024x768 و 1280x1024 وغیرہ پر بھی مانیٹر کی اہلیت کے مطابق سیٹ کی جاسکتی ہے۔ جبکہ عام ٹیلیویژن پر عموماً 320x200 پر سیٹ ہوتی ہے اور اسے تبدیل نہیں کیا جاسکتا (یہ مختلف ٹی وی سیٹس پر سائز کے مطابق مختلف بھی ہو سکتی ہے لیکن پکسلز میں فاصلہ ایک جیسا ہی ہوتا ہے جبکہ مانیٹر میں پکسلز کے درمیان فاصلہ بڑھایا گھٹایا بھی جاسکتا ہے۔ Resolution ایک اور معنوں میں بھی استعمال ہوتی ہے مثلاً images اور پرنٹرز میں یہ Dots per inch کو ظاہر کرتی ہے)

دوسرے ٹیلیویژن اور مانیٹر کے Pixel کی موٹائی میں بھی فرق ہوتا ہے۔ ٹیلیویژن کا Pixel موٹا ہوتا ہے جبکہ مانیٹر میں صفر اعشاریہ دو آٹھ ملی میٹر قطر (0.28 Dot Pitch) اور اس سے بھی چھوٹا Pixel ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بھی کوالٹی میں فرق پڑتا ہے۔

کم اور زیادہ Resolution کی وجہ سے Display میں جو فرق پڑتا ہے وہ مندرجہ لکھائی سے ظاہر ہے۔

Khalid Khalid → 60dpi

Khalid Khalid → 96dpi

Khalid Khalid → 150dpi

Khalid Khalid → 300dpi

Khalid Khalid → 600dpi

(جاری ہے)

Monthly KHALID C. Nagar
Editor:
IsfandYar Muneeb
Digitized By Khilafat Library Rabwah
Regd. CPL # 139
May 2001